ندائے خلافت

۱۸ر مئی ۱۹۹۲ء

محنت کش ..... اسلامی معاشرے کا سب سے معزز فرد
کیا حکومت کے پیش نظر "بنیاد پرستی" کا چھدا اتارنا تھا؟
"ان" کی کرسی مضبوط تھی 'نواز شریف کا بریف کیس مضبوط ہے

ہماری قومی اسمبلی نے اپنے رواں اجلاس کے پہلے دن جو بل پاس کئے 'ان پر پوری قوم بلبلا اٹھی اور یہ پورے ہفتے کی سب سے گرم خبربنی۔ تنخواہوں اور الاؤنس کو دگنا کر کے دیگر مراعات کے بحر کو بے کراں بنا دیا گیا تھا اور یہ اس حال میں ہوا جب قوم کو پیٹ پر پتھر باندھنے کی تلقین کی جارہی تھی۔ صبر کی تلقین ایک موقع پر کسی اور سربراہ حکومت نے بھی کی تھی (میرے ماں باپ ان پہ قربان ہوں) جو اس وقت اپنی فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ بھوک سے بے تاب سپاہیوں کو سپہ سالار نے کرتہ اٹھا کر اپنا پیٹ دکھایا.... اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے لیکن یہ پرانے وقتوں کی باتیں ہیں' نئے زمانے کے تقاضے کچھ اور ہیں۔ اب تو حکمرانی کیا' عوامی نمائندگی کے مناصب پر فائز لوگ بھی اپنے آپ کو آسمانی مخلوق سمجھتے ہیں جن کا اہل زمین سے رشتہ بس انتخابات کے موسم میں چند دنوں کے لئے قائم ہوتا ہے وہ بھی اس طرح کا جیسا جنت کے مکینوں کا دوزخ کا ایندھن بننے والوں سے ہو۔

خالی قومی خزانے کے ٹاٹ تیز کترنے کے لئے بنائے گئے یہ بل اتفاق و اتحاد کی ایسی فضا میں پیش ہوتے ہی پاس ہوگئے جو کبھی دیکھی نہ سنی۔ نہ حزب اقتدار رہی یا حزب اختلاف سبھی شیر و شکر ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں اور فارسی میں یوں کہا گیا ہے کہ "خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد" لیکن عامیوں کا خیال تھا کہ کھانے کے لئے لقمہ لیتے ہوئے پانچوں انگلیاں برابر ہو کر یک جان بن جاتی ہیں۔ اس عامیانہ خیال کو ہمارے خواص نے نئے مفہوم سے آشنا کر دیا۔

بعد میں وزیر اعظم سمیت سب پارلیمنٹری پارٹیوں کے لیڈروں نے کانوں کو ہاتھ لگائے 'توبہ توبہ کی اور اپنے اپنے اراکین قومی اسمبلی سے برہمی کا اظہار کیا--- پھر حکمران جماعت نے اپنے ہر دل عزیز رہنما کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے منظور شدہ بلوں کو واپس لینا منظور کر لیا ہے لیکن کون جانے کس قیمت پر!۔پس پردہ انہیں "صوابدیدی" فنڈز سے دے دلا کر خوش کرنے میں کیا بات مانع ہے اور اب تک عوامی نمائندوں کو کیا کچھ پیش نہیں کیا گیا ہے!.... حساب دوستاں در دل۔

تربیت و تزکیہ

گیارہواں سبق
دین کو غالب کرنا

ایک مسلمان پر جس طرح نماز، روزہ اور صاحب نصاب ہونے کی صورت میں زکوٰۃ اور حج فرض عین ہیں بالکل اسی طرح دین حق کی تبلیغ اور اگر دین مغلوب ہو تو اس کو غالب اور قائم کرنے کی جدوجہد بھی ایسا ہی فرض ہے ۔ قرآن مجید نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں سے اصل اور اہم ترین مقصد اسی دین حق کا غلبہ ہی بیان کیا ہے۔ فرمایا گیا "وہی ہے اللہ جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید اور دین حق (مکمل نظام حیات) دے کر بھیجا تاکہ وہ اسے تمام دین (زندگی کے تمام گوشوں) پر غالب اور نافذ کردے"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام انبیاء و رسل میں امتیازی شان یہ ہے کہ آپ نے فرد واحد کی حیثیت میں دین حق کی تبلیغ کا آغاز فرمایا اور بنفس نفیس اسے ایک وسیع و عریض علاقے میں قائم بھی فرما دیا ۔ آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ نے اس کے دائرے کو وسیع کیا اور جان و مال کی عظیم قربانیاں پیش کر کے اسے اس وقت کی معلوم اور آباد دنیا کے تین چوتھائی حصے پر غالب اور نافذ کردیا۔ اس کے بعد مکافات عمل کے قائدے کے مطابق عروج و زوال کے مختلف ادوار سے گزر کر آج دنیا میں یہ دین بقول مولانا حالی غریب الغربا کی صورت میں موجود ہے ۔ ۔

وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

مسلمان حکمرانوں نے جس طرح اپنے دنیوی مقاصد کے حصول کے لئے اس کے احکام کو دانستہ پس پشت ڈالا اس کا نتیجہ سامنے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی مانند اس امت پر بھی ذلت اور مسکنت طاری کردی ہے اور دنیا میں تعداد میں سوا ارب سے زائد ہونے کے باوجود دین کسی ایک خطے میں بھی اپنی اصل روح کے مطابق قائم نہیں۔ دوسری جانب یہ بھی حقیقت ہے کہ نوع انسانی ایک طویل عرصہ سے اس الہامی نظام حیات کی تلاش میں افراط و تفریط کے دھکے کھا رہی ہے جس پر ہم نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے دبیز پردے ڈال رکھے ہیں۔

انفرادی نیکی پہلے بھی ہمیشہ ہر مذہب میں موجود رہی ہے اور اب بھی بڑے بڑے راہب، سادھو، بھکشو اور صوفی مختلف مذاہب میں مل جائیں گے لیکن آج کے دور کی سب سے بڑی ضرورت عدل و قسط پر مبنی ایسا اجتماعی نظام ہے جس میں انسان کے جملہ انفرادی و اجتماعی مسائل کو ایک حسین توازن کے ساتھ حل کیا گیا ہو اور ایسے نظام کی تشکیل کسی انسان یا انسانوں کی جماعت کے بس میں نہیں بلکہ صرف اور صرف اس خالق انسان کے لئے ہی ممکن ہے جو انسان کی تمام کمزوریوں اور خوبیوں سے بخوبی واقف ہے ۔ یہ نظام بطور حجت خلافت راشدہ کی صورت میں تاریخ انسانی میں موجود ہے ۔

مسلمان اس وقت تک اپنے فرائض دینی سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے جب تک اس الہامی نظام خلافت کو ابتدائی طور پر کسی ایک خطہ ارضی اور بالآخر پورے کرۂ ارض پر قائم نہیں کردیتے جس کے قیام کے لئے امکان بھر جدوجہد کرنا ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے۔ یہ ہماری غیرت و حمیت کا بھی تقاضا ہے، ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور نوع انسانی کا ہم پر حق بھی۔ اگر ہم نے اپنے اس فرض کو ادا کرنے میں کوتاہی برتی تو اس کے لئے آخرت میں کڑی جواب دہی کرنا ہوگی ۔ ○

گوجرانوالہ میں
ماہانہ جلسہ خلافت

۷؍ مئی بروز جمعرات بعد نماز مغرب قرآن اکیڈمی ملتان میں ماہانہ جلسہ خلافت منعقد ہوا جس میں ناظم تحریک خلافت پاکستان جناب عبدالرزاق نے بھی شرکت کی ۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا ۔ تلاوت کے بعد ناظم تحریک خلافت نے اپنے خطاب میں نظام خلافت کی خوبیوں کا ذکر کرتے ہوئے شرکاء سے کہا کہ وہ وسیع پیمانے پر لوگوں کو ان برکات سے آگاہ کریں۔ لوگ موجودہ ظالمانہ اور انتخابی نظام سے تنگ آچکے ہیں اور اگر کوئی تحریک نظام خلافت کے قیام کے لئے میدان میں آجائے تو لوگ بلا لحاظ مسلک اس میں شریک ہونے میں اپنی سعادت محسوس کریں گے ۔ ضرورت ہے تو اس بات کی کہ لوگوں کو اس نظام کی برکات سے متعارف کروایا جائے ۔

ناظم تحریک کی گفتگو کے بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد داعی تحریک خلافت پاکستان کا "نظام خلافت میں مزدوروں کے حقوق" کے موضوع پر خطاب بذریعہ ویڈیو کیسٹ دکھایا گیا جو نماز عشاء تک جاری رہا ۔ رات کو محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی ملتان تشریف لے آئے ۔ انہوں نے اگلی صبح قرآن اکیڈمی ملتان میں نماز جمعہ سے قبل افغانستان کی صورت حال کے پس منظر میں جہاد فی سبیل اللہ اور اس کے لوازم یعنی دعوت و تبلیغ دین کے مراحل پر مفصل خطاب فرمایا ۔ انہوں نے فرمایا کہ جہاد افغانستان میں مختلف ممالک سے آکر بہت سے نوجوانوں نے غلبہ دین کے لئے جو قربانیاں دی ہیں وہ بالآخر رنگ لائیں گی اور افغانستان ایک حقیقی اسلامی مملکت کی صورت میں نمایاں ہوگا ۔ لیکن اس سے قبل مختلف گروپوں کے باہمی اختلاف کی وجہ سے کچھ سزا مل سکتی ہے

افتتاحیہ

شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں

متعین حوالہ دینا کچھ ایسا ضروری نہیں ' اخبارات میں چھپا اور لاکھوں نے پڑھا ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کے محترم امیر' قاضی حسین احمد صاحب نے کچھ دنوں پہلے فرمایا تھا کہ ہم اب کسی سیاسی اتحاد کی بیساکھی کے محتاج نہیں رہے بلکہ دو تین برسوں کے اندر اندر خود اپنے بل پر انقلاب برپا کردیں گے اور اب وہ آئی جے آئی سے نکلنے کے بعد خم ٹھونک کر میاں نواز شریف کے مقابلے میں آگئے ہیں تو ایک سوال کے جواب میں انہوں نے اخبار نویسوں کو بتایا ہے کہ فوری انتخابات کا مطالبہ ہماری طرف سے صرف اس وقت آئے گا جب ہماری جماعت جمہوری ایوانوں میں تن تنہا اکثریت حاصل کرنے کے قابل ہو کر حکومت بنا سکے گی ۔ حساب لگایا جائے تو یہ واقعہ بھی دو تین برسوں کے اندر ہی ظہور میں آنے والا ہے کیونکہ تین ساڑھے تین سال بعد تو موجودہ حکومت کی پنج سالہ آئینی معیاد ختم ہونے پر انتخابات کا ڈول ویسے بھی ڈلنا ہی ہے ۔

قاضی صاحب جس انقلاب کی بات کررہے ہیں ' ظاہر ہے کہ وہ اسلامی انقلاب ہی ہوگا جس کے نتیجے میں وہ نظام عدل و قسط قائم ہونا چاہیے جسے ہم خلافت اسلامیہ کا نام دیتے ہیں ۔ ان کی یہ نوید جاں فزا تو بہت ہے ' کسی دہقان سے پوچھیے کہ بیٹھے بٹھائے ایک بھرپور فصل کاٹنے کا خواب کتنا سہانا ہوتا ہے لیکن عالم اسباب میں ایسے خوابوں کے شیشے حقائق کے سنگ و خشت سے چکنا چور ہی ہوجایا کرتے ہیں کیونکہ زمین کو تیار کرنے ' سیراب کرنے ' ہل چلانے اور بیج ڈالنے کے بعد فصل کو ایک مدت تک اپنے پسینے سے سینچنے کے مراحل طے کئے بغیر امیدوں کی فصل کی قسمت میں اکارت جانا لکھا ہوا ہے۔ شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں ' کیا آس لگائے بیٹھے ہو۔

اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں کہ اسلامی انقلاب سے ماقبل کے مراحل کا اپنا ایک نقشہ ہوتا ہے اور ہم اسی کی بات کرتے ہیں لیکن ہم نے تو اس میں منہج نبویؐ کا رنگ ہی بھرا ہے' خطوط جماعت اسلامی کے بانی سید ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم و مغفور نے مرتب کئے تھے ۔ پھر انہوں نے اس حکمت عملی کے زیر اثر جس کا معاملہ ان کے اور رب رحیم کے مابین ہے' اپنا طریق کار بدل لیا اور یہ "ذرا سی" تبدیلی اپنی منطقی انتہا کو اب قاضی صاحب کے دور میں پہنچی ہے ۔ اس نئے راستے پر چل کر بھی جماعت اپنی منزل سے قریب نہیں ہوئی ' دور سے دور تر ہوتی چلی گئی اس کے باوجود قاضی صاحب کا یہ فرمانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ امید کے چراغ جلائے ہوئے ہیں ہم۔

لیکن کہیں تحریک اسلامی کے قافلہ سالار کے ذہن میں یہ تو نہیں کہ مصر کی اخوان المسلمون کے اتباع میں جس نے عملاً حکمران قومی سوشلسٹ پارٹی میں ضم ہو کر پارلیمنٹ میں نشستوں کی چند کلیوں پر قناعت کرلی ہے' مسلم لیگ کا ضمیمہ بن کر تو وہ خود بھی اپنی ہم مشرب جماعت کی طرح ساحل مراد سے دور ہوگئے ہیں ' اب الجزائر کی اسلامی نجات پارٹی کا فارمولا انہیں الیکشن میں فتح و کامرانی کے پھریرے اڑانے کا موقع دے گا ۔ جماعت کے بازوئے شمشیرزن طلبہ دنگ کے تیور اور پاسبان تنظیم کے رنگ ڈھنگ اسی سوچ کا پتہ دیتے ہیں ۔ وہاں اور یہاں کا یہ فرق بھی کامیابی کے امکانات کو روشن تر کردیتا ہے کہ ہمارا طبقہ اشرافیہ اور فوج کا ادارہ تہذیب مغرب کا اتنا دلدادہ اور اسلام کا ایسا دشمن نہیں جیسا الجزائر میں فرانسیسی تمدن اور یورپ کے قرب نے انہیں بنا دیا ہے جنہوں نے اسلامی نجات پارٹی کی بے مثل کامیابی کو ناکامی میں بدل کر رکھ دیا۔ لیکن ہمارے محترم قائد شاید ایک بات بھول رہے ہیں ۔ یہ کہ الجزائر میں بری بھلی سوشلزم نے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا خاتمہ کردیا تھا جو اسلام کے نظام عدل و قسط کی راہ میں سب سے بلند اور اونچی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں جبکہ پاکستان میں یہ مگرمچھ عوام کے خون اور ہر نئی آنے والی حکومت کی طرف سے کمال سعی، تندی کے ساتھ پیش کئے جانے والے دودھ سے پل کر اب ایسے پہلوان ہوچکے ہیں جنہیں " فری سٹائل" سمیت کسی بھی کشتی میں پچھاڑا نہیں جاسکتا۔ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں۔ ○○

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

○

تحریکِ خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور

جلد ۱ شمارہ ۱۷

۱۸ مئی [illegible]

○

مدیر
اقتدار احمد

معاون مدیر
حافظ عاکف سعید

○

یکے از مطبوعات
تنظیمِ اسلامی
مرکزی دفتر: ۶۷-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

مقامِ اشاعت
۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون :۔ ۸۵۶۰۰۳

○

پبلشر: اقتدار احمد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ، لاہور

○

قیمت فی پرچہ -/۳ روپے

سالانہ زر تعاون (اندرونِ پاکستان) -/۱۲۰ روپے

○

زر تعاون برائے بیرونِ پاکستان

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت —— ۱۶ امریکی ڈالر
مسقط، عمان، بنگلہ دیش —— ۱۲ " "
افریقہ، ایشیا، یورپ —— ۱۷ " "
شمالی امریکہ، آسٹریلیا —— ۲۰ " "

الہدیٰ

سورۃ البقرہ

(آیات ۹۴ تا ۹۶)

ترجمانی: حافظ عاکف سعید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان سے کہئے کہ اگر دارِ آخرت اللہ کے ہاں تمہارے ہی لئے مخصوص ہے ' دوسروں کے مقابلے میں ' تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو○

(کہ یہود کے اس بے بنیاد دعوے اور صریح جھوٹ کا پول کھولنے کے لئے کہ وہ اللہ کے چہیتے ہیں اور جنت ان کا موروثی حق ہے ' ایک عملی کسوٹی فراہم کردی گئی کہ اگر فی الواقع تمہارا یہ دعویٰ درست ہے تو اس کے منطقی نتیجے کے طور پر تمہیں شدت کے ساتھ موت کی تمنا کرنی چاہیے!---- پھر تو یہ ہونا چاہیے کہ حیات زندگی کا ایک ایک لحہ تمہیں پہاڑ محسوس ہونے لگے اور تمہاری سچی آرزو یہ ہونی چاہیے کہ دنیا کے جھمیلوں سے جلد از جلد نجات پا کر اپنی آخری منزل یعنی دار آخرت تک پہنچو اور جتنی جلدی ہوسکے براہ راست اللہ سے شرف ملاقات حاصل کرو!)

اور یہ ہرگز اس کی آرزو نہیں کریں گے کبھی بھی بسبب اُن کرتوتوں کے جن کے یہ مرتکب ہوئے ' اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے○

(موت کا خوش دلی سے استقبال تو بس وہی شخص کرسکتا ہے جس نے فی الحقیقت آخرت ہی کو اپنا اصل گھر سمجھا ہو' اس کے لئے مقدور بھر توشہ فراہم کیا ہو اور بازار دنیا سے اس کا تعلق ایک رہگزر سے زیادہ نہ ہو' جس کی شان یہ ہو کہ۔

دنیا میں ہوں دنیا کا طلب گار نہیں ہوں　　　بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

یہ یہود جو دنیا پرستی کی دلدل میں گردن تک غرق ہیں اور اخلاق و کردار کی انتہائی گراوٹ اور پستی میں مبتلا ہیں' ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہیں کرسکتے۔ وہ اپنے دل کے چور کو چھپانے کی خواہ کتنی ہی کوشش کریں ' اللہ ان کی اصل حقیقت سے خوب باخبر ہے!)

اور تم ان کو دنیا کی زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے ' ان لوگوں سے بھی زیادہ جنہوں نے شرک کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ اسے ہزار سال عمر ملے'

(کہ یہ لوگ موت کی تمنا کہاں کریں گے ' ان کا حال تو یہ ہے کہ تمام اولادِ آدم میں دنیا کی زندگی کے سب سے بڑھ کر حریص یہی لوگ ہیں اور اس معاملے میں انہوں نے مشرکین کو بھی مات دے دی ہے۔ دنیا اور اس کے مال و اسباب سے ان کی محبت کا عالم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی دلی تمنا یہ ہے کہ وہ ہزار برس جیے اور یہاں کی آسائشوں اور لذات سے تادیر بلکہ تا ابد بہرہ مند ہوتا رہے!)

حالانکہ اس قدر جینا بھی ان کو عذاب سے بچانے والا نہیں بن سکتا ' اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ یہ کررہے ہیں○

(کہ اگر بالفرض ان کی یہ خواہش پوری ہو بھی جائے جس کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا ' اور ان میں سے ہر ایک اپنے حسب منشا ہزار برس کا ہو کر مرے تب بھی اللہ کی پکڑ سے وہ بچ نہیں سکیں گے۔ ان کے تمام کرتوت اور سیہ کاریاں اللہ کی نگاہ میں ہیں اور آخرت میں وہ انہیں قرار واقعی سزا سے دوچار کر کے رہے گا!)

"اُن" کی کرسی مضبوط تھی اور نواز شریف کا بریف کیس

قومی حکومت کا چڑیا گھر بھی سجایا جا سکتا ہے

اسلامی جمہوری اتحاد اسلام کے لئے تھا ہی نہیں!

سپاہ صحابہ موجودہ حکومت کے لئے مسئلہ بنے گی

عبدالکریم عابد

پاکستانی سیاست میں نئے الٹ پھیر ہو رہے ہیں مثلاً یہ کہ جماعت اسلامی نے نواز شریف پر تین حرف بھیج دیئے اور جناب نواز شریف نے قاضی حسین احمد پر تبرا کیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بے نظیر صاحبہ کو دعوت مذاکرات دی ہے ۔ بلوچستان میں پختون بلوچ جھگڑے نے خطرناک شکل اختیار کر لی ہے ۔ سندھ میں دھماکے اور ٹرینوں پر حملے جاری ہیں اور قومی معیشت کی ابتری کا مرثیہ خود وزیراعظم نے ٹی وی پر بڑے پر سوز لہجہ میں پڑھا ہے ۔ ادھر جنرل اسلم بیگ فوج کے لئے آئینی اختیارات کی تجویز رکھ رہے ہیں۔ قومی اسمبلی نے اپنے لئے مالی فوائد کا ایک بل منظور کیا اور وزیراعظم کے طیش میں آنے پر واپس لے لیا۔ سب باتیں معمولی نہیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے دور رس اثرات ہونگے ۔

جماعت اسلامی کو نواز حکومت سے الگ ہونا تھا مگر یہ مرحلہ کافی تاخیر سے آیا ۔ جماعت کی خوش فہمی یہ تھی کہ اس نے نفاذ اسلام اور مخالف امریکہ خارجہ پالیسیوں کے لئے مسلم لیگ کا اعتبار کیا اور وہ بھی نقلی مسلم لیگ کا ' حالانکہ یہ وہ مقاصد ہیں جو قیام پاکستان سے قبل اور بعد کی مسلم لیگ کے بس میں بھی نہیں تھے ۔ حال ہی میں کسی نے جنرل اسلم بیگ سے کہا کہ پاکستان کا مطلب لا الہ الا اللہ ہے ' تو انہوں نے کہا یہ مطلب کبھی نہیں تھا وہ خود مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن میں سرگرم رہے ہیں۔ یہ لا الہ کا نعرہ مسلم لیگ کا نہیں بلکہ جماعت اسلامی کا ہے ۔ ڈاکٹر جاوید اقبال بھی یہی کہتے ہیں اور یہی طرز فکر تمام لیگی زعما کا رہا مگر جماعت اسلامی نے یہ سمجھا کہ کسی طرح مار باندھ کر حکمرانوں سے اسلامی دستور اور اسلامی نظام کا اقرار کرا لیا جائے تو پھر اس دستور اور نظام کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی ۔

نفاذ اسلام کی یہ امید پوری نہیں ہوئی اور واضح ہو گیا کہ اسلامی حکومت کے لئے ایک اسلامی قیادت اور ایسا معاشرہ چاہیے جس کا دین پر صدق دل سے ایمان ہو اور جس کو اسلام واقعی مطلوب بھی ہو۔ انہی چیزوں کا فقدان رہا اور اسلام کا نعرہ پہلے بھٹو کو اور پھر بے نظیر بھٹو کو گرانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ وہ گر گئے مگر اس سے اسلام کا کچھ بھلا نہیں ہوا ۔ نواز شریف اور ان کی حکومت تو بہت کمزور حکومت ہے ' ضیاء الحق کافی طاقت رکھنے کے باوجود اسلام نافذ نہیں کر سکے اور محض چند نمائشی اقدامات پر ہی قناعت کر گئے تو جو کام ضیاء صاحب سے نہیں ہو سکا وہ ان کی باقیات کس طرح کر سکتی ہے ۔

نواز شریف ہوں یا صدر اسحاق ' ان کا مسئلہ یہ ہے کہ امریکہ کو منایا جائے ۔ مغرب سے مالی اور اخلاقی امداد حاصل کی جائے ' اقتصادیات سے لے کر امور خارجہ تک میں جو امریکہ کہے اس کے مطابق عمل ہو اور شریعت کورٹ کے فیصلے نے سودی معیشت کے راستے میں جو رکاوٹ کھڑی کر دی ہے اسے دور کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے پیرس سے ڈاکٹر حمید اللہ کو طلب کیا گیا لیکن بات بنی نہیں کیونکہ جناب حمید اللہ سردار آصف کی طرح فتویٰ بازی نہیں کر سکتے تھے ۔ اگر جماعت اسلامی کے ارباب حل و عقد اسلامی جمہوری اتحاد میں شرکت کے موقع پر یہ کہتے کہ ہماری اس اتحاد میں شرکت پیپلز پارٹی کو اقتدار میں آنے سے روکنے کے لئے ہے تو یہ ایک سچ بات ہوتی اور اس طرح کے سیاسی اتحاد کا جواز بھی تھا لیکن کہا یہ گیا کہ ہم یہ اتحاد نفاذ اسلام کے لئے کر رہے ہیں اور خارجہ پالیسی کو امریکہ کے اثر سے آزاد کرانے کے لئے کر رہے ہیں کیونکہ بے نظیر تو ملک بھارت اور امریکہ کے حوالے کر دیں گی جبکہ ہم اسلامی قوانین کا نفاذ کریں گے اور یہودی لابی کو شکست دیں گے ' وغیرہ وغیرہ ۔

اگرچہ پاکستان قومی اتحاد کا تجربہ سامنے تھا کہ ہر طرح کے لوگوں کو جمع کر کے نظام مصطفیٰ کا نعرہ لگانے سے کوئی نیا نظام نہیں آیا اور نظام جیسا کچھ تھا وہ بھی ٹوٹ گیا اور صرف مارشل لاء بر آمد ہوا لیکن اس تجربے کے باوجود جناب نواز شریف سے 'جناب محمد خان جونیجو سے' جناب جتوئی سے ' بیگم عابدہ حسین سے ' مرتضیٰ پویا سے ' پیر فضل حق سے الغرض ہر ایک سے توقع باندھ لی گئی کہ یہ سب جماعت اسلامی کے نظریاتی بوجھ کو اٹھا کر

چلیں گے اور منزل پر پہنچ کر ہی دم لیں گے۔ یہ توقع ظاہر ہے کہ خوش فہمی تھی اور پوری نہیں ہوسکتی تھی ۔ اگر اس کی بجائے اسلامی جمہوری اتحاد کے لئے اس کی بے بضاعتی اور اس کی ناکامی کا خیال کر کے کوئی ہلکا پھلکا لائحہ عمل بنایا جاتا تو یہ چل بھی سکتا تھا اور آج عوام اتحاد کے بکھرنے کے منظر کو دیکھ کر جس مایوسی سے دوچار ہیں وہ مایوسی بھی نہ ہوتی۔

بات صاف تھی کہ جماعت اسلامی کے کرنے کا جو کام ہے ' وہ جماعت کے پلیٹ فارم سے ہی ہوسکتا ہے تھا۔ کسی اور پلیٹ فارم پر اس کام کو منتقل کرنا خود اس کام سے زیادتی تھی ۔ اگر اسلام کے کام کے لئے جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم کو الگ رکھا جاتا اور اس پر کام ہوتا رہتا تو اس کے ساتھ ملک کے عام حالات کی بہتری کے لئے دیگر جماعتوں کے ساتھ ورکنگ ریلیشن شپ کا اتحاد ہوتا اور سماجی بھلائی کے کچھ کام بھی ہوسکتے تھے ۔ یوں جماعت اپنے پلیٹ فارم پر یکسو نظر آسکتی تھی لیکن پیپلزپارٹی کے اقتدار کو ختم کرنے اور اسے اقتدار میں آنے سے روکنے کے لئے جو اتحاد بنایا گیا اس کو وقتی مصالح کا ایک سیاسی اتحاد نہیں رکھا گیا بلکہ اسلام کے لیبل پر بری طرح منڈھ دئے گئے مگر اس کا اسلام کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں ہوا البتہ جس طرح ضیاء الحق صاحب نے اسلامی جماعتوں اور دانشوروں کو اپنا آلہ کار بنایا ' اسی طرح نواز شریف نے بھی انہیں استعمال کیا اور اب وہ سمجھتے ہیں کہ ان سے کافی خدمت لے لی گئی مزید خدمت کی ضرورت نہیں ' اس لئے انہیں چھٹی دے دو ۔

مگر نواز شریف بھی شاید غلطی پر ہیں ۔ انہیں آنے والے حالات میں جماعت کی ضرورت پڑ سکتی ہے چنانچہ یکسر قطع تعلق اور تلخی و کشیدگی کی بجائے ان کی کوشش ہونی چاہیے تھی کہ خوش اسلوبی سے علیحدگی ہو۔ قاضی حسین احمد نے جھوٹوں سچوں بہت پہلے اس کی خواہش ظاہر کی تھی ' اگر اسی وقت ان کی خواہش کی تکمیل کی آڑ میں یہ مرحلہ طے کر لیا گیا ہوتا تو دونوں فریقوں کے لئے اچھا تھا مگر اب جس طرح علیحدگی ہوئی ہے ' وہ اس اعتبار سے پریشان کن ہے کہ اس سے ہماری قومی سیاست میں محاذ آرائی کا ایک نیا باب کھل جائے گا اور آپس کی تو تکار میں ذہنی گند پھیلے گا اور یہ صورت حال ہماری خراب و خوار سیاست کو مزید رسوا کرے گی۔ ہماری قومی ضرورت تو یہ ہے کہ وہ سیاسی عناصر آپس میں مفاہمت پیدا کریں جن کے درمیان مفاہمت کا فقدان ہے لیکن یہ مفاہمت ہو نہیں پا رہی اور دوسری طرف جو مفاہمتیں موجود تھیں' وہ بھی ایک ایک کر کے غارت ہو رہی ہیں۔

اسلامی جمہوری اتحاد میں مرتضی پویا کا وجود اس لحاظ سے غنیمت تھا کہ ایک شیعہ رہنما اتحاد کے ساتھ تھے ' جتوئی اس اتحاد میں تھے تو یہ تسلی تھی کہ سندھ کی ایک معتبر شخصیت ساتھ ہے اور جماعت اسلامی سے بھی اتحاد کا بھرم قائم تھا۔ لیکن اب نواز شریف تنہا ہوگئے ہیں ۔ مولانا نیازی اور مولانا سمیع الحق جلد ہی دوبارہ ناراض ہو جائیں گے اور جمیعت مشائخ کے پیر فضل حق پر اسلامی جمہوری اتحاد کا گزارہ نہیں ہوسکے گا ۔ اب ایک صورت ہے کہ اتحاد کو وہ خود ہی دفن کردیں تاکہ اس کی نعش کی سڑاند فضا کو متعفن نہ کرے اور نئے مہلک جراثیم کی پیدائش کا باعث نہ بنے ۔ اس رسم تدفین کے بعد وہ مسلم لیگ پر توجہ کردیں اگرچہ وہاں بھی اس معاملے میں ایک مشکل یہ آن پڑی ہے کہ پیر پگارا نے اپنی مسلم لیگ کو فنکشن کردیا ہے اور اس کی مجلس عاملہ کے ارکان کا بھی اعلان کردیا ہے ۔ پنجاب میں کافی پرانے مسلم لیگی پیر صاحب کے ساتھ نظر آتے ہیں جبکہ نواز شریف کے اپنے صدر جونیجو کے ساتھ بھی تعلقات کچھ بہتر نہیں ' سیکرٹری جنرل اقبال احمد خان اور چیف آرگنائزر اعجاز الحق سے بھی ان بن ہے اور سرحد کے مسلم لیگی اس بات پر خفا ہیں کہ وزیراعظم کی اصل حلیف جماعت تو اب نیپ ہے ۔ پنجاب میں بھی ولی خان اور اجمل خٹک کے ساتھ وزیراعظم کی تازہ دوستی 'گرم جوشی اور نیاز مندی کا رد عمل موجود ہے اور سندھ میں مسلم لیگ تھی ہی نہیں لیکن پھر بھی پیر پگارا اپنی مفلوج لیگ کو پنجاب میں ہی فنکشن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تاکہ نواز شریف کو گرایا جاسکے ۔ سندھ میں نواز شریف کی کوئی طاقت ہے نہ وہاں کسی لیگ کی ضرورت ہے ' وڈیروں اور چند مخصوص خاندانوں کے اتحاد سے سیاسی گاڑی چلتی رہی اور چلتی رہے گی ۔

جناب نواز شریف کے لئے پنجاب میں ایک مصیبت انجمن سپاہ صحابہ بھی ہے ۔ یہ اپنے ابتدائی تنظیمی دور سے نکل کر ایجی ٹیشنل دور میں داخل ہونے والی ہے اور نہ صرف پنجاب میں امن و امان کا مسئلہ پیدا کرے گی بلکہ الیکشن ہوں گے تو نواز شریف اور انؒ کے حامیوں کے ووٹ بھی کاٹے گی اور "سواد اعظم" کے بل پر اکثر جگہ ان کے مقابلے میں فتح یاب ہوگی۔

بلوچستان میں صورت حال یہ ہے کہ چالیس رکنی اسمبلی میں حکومت کے چوبیس حامی سب کے سب وزیر ہیں ۔ ان کے درمیان کوئی نظریاتی یا تنظیمی ہم آہنگی نہیں ' بھان متی کا ایک کنبہ جو صرف اکبر بگٹی کی مخالفت کے لئے جمع کیا گیا ہے اور اس صوبائی حکومت کی ناعاقبت اندیشی پر مرکزی وزیر جام یوسف اخباری بیانات میں ماتم کناں رہتے ہیں ۔ اس حکومت نے بلوچ پٹھان جھگڑے میں نئی جان ڈال دی ہے اور معلوم ہیں یہ تصادم کیا شکل اختیار کرے گا ۔

سندھ میں مظفر شاہ کی حکومت کا نواز شریف سے کوئی تعلق نہیں ' وہ اپنے آپ کو پیر پگارا کا مرید کہتے ہیں اور پیر پگارا نے ہی انہیں اقتدار دلوایا ہے ۔ سندھ میں صدر اسحاق کے داماد مروت صاحب فنکشن مسلم لیگ کے عہدیدار ہیں اور آج بھی ایک طاقت ہیں جبکہ جونیجو اور غوث علی شاہ کی گنتی میں نہیں ہیں ۔ ادھر ایم کیو ایم اور نواز شریف کے تعلقات میں کشیدگی برقرار ہے اور الطاف حسین صاف کہتے ہیں کہ وہ اس لئے لندن میں ہیں کہ کراچی میں ان کے قتل کا اندیشہ ہے ۔ ٹیلی فون پر بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرتے ہیں اور نواز شریف صاحب کی سرکاری ایجنسیوں پر الزام لگاتے ہیں کہ ایم کیو ایم کے لوگوں قتل کروا رہی ہیں ۔

غرض نواز شریف کے لئے راوی کسی طرف بھی چین نہیں لکھتا مگر وہ قسمت کے دھنی اور دل کے غنی ہیں اور بقول کسے ان کا کیس کمزور ہو تو ہو مگر بریف کیس مضبوط رہتا ہے اور اس کی مضبوطی فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے ۔ ویسے بے نظیر صاحبہ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ صدر اسحاق نواز حکومت کے خلاف اس لئے کارروائی نہیں کررہے ہیں کہ تیس پینتیس ارکان اسمبلی جو پنجاب سے تعلق رکھتے ہیں ' ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور اسمبلی کی برخواستگی پر بھی وہ نواز شریف کے ساتھ رہیں گے کیونکہ مفادات کے رشتے نے انہیں مضبوطی سے جوڑ دیا ہے ۔ اگر اسمبلی ٹوٹتی بھی ہے تو نواز شریف دولت کی سیاست کے رستم

ہیں۔ انہوں نے دولت کے بل پر ایک زبردست پروپیگنڈہ مشینری پہلے بھی پیدا کر لی تھی' آج پھر پیدا کرسکتے ہیں۔ اس لئے یہ خیال کرنا غلط ہوگا کہ اسمبلی کی چھٹی ہوئی تو نواز شریف کچھ بھی نہیں ہونگے۔ اگر وہ سمجھ داری سے اپنے کارڈ کھیلتے رہے تو پنجاب لیڈر کے بغیر ہے' تنظیم کے بغیر ہے اور اس خلا میں ان کے لئے گنجائش باقی رہے گی۔

جہاں تک بے نظیر صاحبہ کا تعلق ہے' وہ بھی نواز شریف سے مائل بہ مصالحت ہیں۔ حزب اختلاف کے نامور رہنماؤں اور اپنے ساتھیوں کے مشوروں کے برعکس وہ نواز شریف سے مذاکرات پر تیار ہوگئی ہیں۔ اگرچہ کہتی یہ ہیں کہ ان مذاکرات کی نوعیت تسلی بخش نہیں رہی تو ہم عوامی دباؤ بھی استعمال کریں گے مگر مذاکرات پر وہ بہرحال آمادہ ہیں۔ اس میں بے نظیر صاحبہ کے امریکی دوستوں کے مشوروں کا بھی دخل ہوگا کہ اس وقت جبکہ وزیراعظم بنیاد پرستوں کے خلاف جنگ کی کمان اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں تو محترمہ کو ان کا ہمدرد بن جانا چاہیے اور ان کے لئے نئی مشکلات نہیں کھڑی کرنی چاہیں لیکن بے نظیر صاحبہ اپنی روش کا صلہ بھی چاہتی ہیں کہ کم از کم یہ تو ہو کہ ان کے بے چارے شوہر حکمرانوں کے پنجہ آزار سے رہا ہوں۔ امریکہ نے یقین دلایا ہے کہ وہ ریفرنسوں کی واپسی کا کوئی انتظام کردے گا جس پر حکومت پاکستان اب تک دو ارب روپے خرچ کرچکی ہے۔ اگر ریفرنس رہیں تب بھی بے نظیر صاحبہ کو یہ منظور ہے بشرطیکہ فی الحال آصف زرداری کی ضمانت پر ایسی رہائی ہو کہ پھر کسی اور مقدمہ میں انہیں گرفتار نہ کیا جائے اور معاملہ محض پیشیاں بھگتنے تک رہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ہر قسم کے درند' پرند' چرند قومی حکومت کے چڑیا گھر میں جمع کردئے جائیں اور ان کے سپرد نئی آئینی بنیادوں پر نئے انتخابات کا کام کردیا جائے۔ ان نئی آئینی بنیادوں میں متناسب نمائندگی ہوگی' صوبوں کے لئے بہت زیادہ خود مختاری ہوگی' صدیوں کی از سر نو تقسیم اور حد بندی ہوگی' فوج کا آئینی کردار ہوگا اور بنیاد پرستوں کو پیچھے دھکیل کر لبرل لوگوں کو آگے لانا ہوگا۔ اور سب سے بڑھ کر علاقے کے لئے امریکی پالیسیوں پر ہر فریق سے انگوٹھا لگوانا ہوگا۔ اس غرض کے لئے قومی حکومت بھی تشکیل پاسکتی ہے اور ضروری نہیں کہ یہ قومی حکومت نواز شریف کے بغیر ہو کیونکہ بے نظیر صاحبہ تو ان کی سرکردگی میں بھی قومی حکومت قبول کریں گی کیونکہ ایک تو ان کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کے شوہر رہا ہوں دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ان کی پارٹی اقتدار سے زیادہ دیر تک باہر نہ رہے اور کسی نہ کسی سطح پر اقتدار میں ان کی شراکت ہو جائے تاکہ کچھ آکسیجن مل جائے اور پارٹی میں توانائی آئے ورنہ اس وقت تو پارٹی پر کافی ضعف اور نقاہت طاری ہے۔ سندھ کے ضمنی انتخاب میں پارٹی کے امیدوار نے پانچ ہزار اور جام معشوق نے ۱۷ ہزار ووٹ حاصل کئے۔ یقیناً کچھ دھاندلی بھی ہوئی ہوگی لیکن فرق بہت بڑا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ سندھ میں بھی پیپلزپارٹی کا پاور بیس وڈیروں اور سیاسی خاندانوں نے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ○○

مولانا محمد طاسین کی معرکۃ الآراء تصنیف

مروجہ نظام زمینداری اور اسلام

عمدہ سفید کاغذ' دیدہ زیب طباعت' خوبصورت اور مضبوط جلد

قیمت ۵۰ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۳۶۔ کے۔ ماڈل ٹاؤن

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

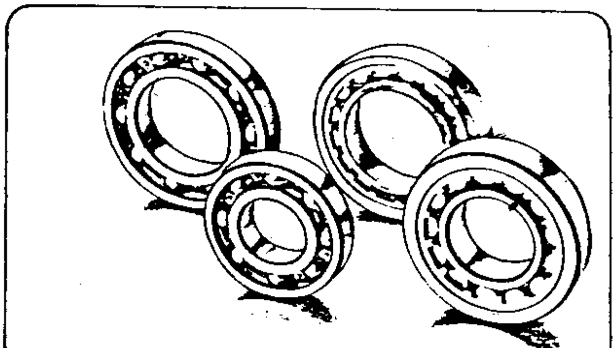

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000, Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

محترم ڈاکٹر حمید اللہ فاران کلب کراچی میں

کیا حکومت کے پیش نظر ”بنیاد پرستی“ کا چھدا اتارنا تھا؟

نجیب صدیقی

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب علمی حلقوں کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کی تمام عمر دیار غیر میں علمی تحقیق میں گزری ہے۔ عمر کے ساٹھ سال جرمنی اور فرانس میں بسر کئے' ابتدائی تعلیم عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن میں ہوئی اور آپ نے وہاں سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ پھر بون یونیورسٹی جرمنی سے ”اسلام کا بین الاقوامی قانون“ کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی' جرمنی اور فرانس میں تدریسی فرائض بھی انجام دیتے رہے اور نیشنل ریسرچ سینٹر میں ۲۰ سال گزارے۔ آپ آٹھ زبانوں کے ماہر سمجھے جاتے ہیں' اردو' عربی' فارسی' ترکی' انگریزی' فرانسیسی' جرمنی اور اطالوی'۔

آپ کا عظیم کارنامہ فرانسیسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر ہے جس کے انیس ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ بیسواں ایڈیشن زیر طباعت ہے۔ آپ نے مختلف زبانوں میں ۱۹۲ مقالے لکھے ہیں اور ۱۰۰ سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ پیرس میں رہائش پذیر ہیں اور انتہائی قلندرانہ زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ سے پیرس میں رہائش کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ وہاں کی لائبریوں میں اتنی کشش ہے اور مطالعے کے اتنے مواقع ملتے ہیں جن کا کہیں اور دستیاب ہونا ممکن نہیں۔ ان لائبریریوں میں اسی اسی لاکھ اور ایک کروڑ کتابیں موجود ہیں۔ صرف مشرقی زبانوں میں ۲۰ لاکھ کتابیں موجود ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی تبلیغ سے پیرس میں ایک لاکھ فرانسیسی مسلمان ہوچکے ہیں اور روزانہ کا اوسط آٹھ دس فرانسیسیوں کا اسلام لانا ہے۔

اخباری اعلان کے مطابق آپ کو تقریر کے لئے جو موضوع دیا گیا تھا وہ ”اسلام اکیسویں صدی میں“ تھا اتنے بڑے عالم فاضل کے لئے یہ موضوع کچھ زیادہ مشکل نہیں تھا۔ لیکن حیرت ہے کہ آپ نے اس موضوع کو چھیڑا تک نہیں۔ یہ کہہ کر دستبردار ہوگئے کہ مجھے اتنا وقت نہیں ملا کہ اس موضوع پر کچھ سوچ سکوں۔ پھر موضوع کا تعلق مستقبل سے ہے اور مستقبل کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ البتہ مستقبل کی کچھ ضرورتیں ہیں جو ہمارے پیش نظر رہنی چاہیں۔ آپ کے نزدیک پہلی ضرورت مسلمانوں کی تعداد سے متعلق ہے۔ اس کے بھی دو حصے ہیں' ایک وہ ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے دوسرے وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ آپ نے حضورؐ کی وہ حدیث بیان فرمائی جس میں فرمایا گیا تھا کہ نکاح کر کے اولاد پیدا کرو تاکہ دوسری امتوں کے مقابلے میں میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کرسکوں۔

مسلمان جہاں اقلیت میں ہیں وہاں تعداد کے اضافے سے وہ بہت سے مسائل حل ہوجاتے ہیں جنکی بنیاد تعداد پر ہوتی ہے۔ پھر وہ ممالک جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں وہ برتھ کنٹرول کریں یا نہ کریں' میرے نزدیک ان کی اہمیت نہیں ہے۔ یہ بات اس طرح کہی کہ گویا وہ دبی زبان سے برتھ کنٹرول کی حمایت کر گئے۔

دوسری بات یہ کہی کہ مسلمانوں کو تبلیغ سے غفلت نہیں کرنی چاہیے لیکن اس کے خدو خال کیا ہوں' اس پر کچھ نہیں کہا۔ مختلف ممالک میں تبلیغ کا کیا انداز ہونا چاہیے' اس پر بھی کوئی رہنمائی نہیں دی' البتہ فرمایا کہ بہت سے لوگ جو مسلم سے غیر مسلم بن جاتے ہیں وہ محض معاش کی وجہ سے بنتے ہیں۔ میں اس بات کو سو فی صد درست سمجھتا ہوں اور اس کی میں نے تحقیق کی ہے کہ شاذ ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا جس کی تبدیلی مذہب کا سبب معاش نہ ہو۔ آپ نے اس کی کچھ مثالیں بھی بیان کیں۔

فرمایا کہ اس وقت دنیا میں مذہب کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ فرنگی ممالک میں بھی اپنے دین سے شغف بڑھ گیا ہے اور اس طرح اسلام سے بھی دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ میں یہ نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس صورت حال سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے ورنہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قبل ازیں محترم ڈاکٹر حمید اللہ سے لاہور والوں کی توقعات بھی بہت بلند تھیں اور ان کی اس تقریب کی میزبان بھی اقبال اکادمی تھی جو الحمرا کے ہال نمبر ۲ میں بڑی شان سے منعقد ہوئی۔ کراچی کی طرح اہل علم و دانش کے علاوہ معروف علمائے دین بھی سامعین میں شامل تھے جن میں سے کئی تقریر کا رنگ دیکھ کر جلد ہی اٹھ کر چلے گئے۔ یہاں ان کے خطاب کا عنوان کچھ زیادہ ہی زور دار تھا ”سیرت نبویؐ کا پیغام' عصر حاضر کے نام“۔ لیکن اتفاق دیکھئے کہ اسی عذر پر انہوں نے اپنے موضوع سے پہلو تہی فرمائی جس کا ذکر کراچی کی روداد میں آیا ہے۔ سیرت مطہرہ کے بارے میں ایک دو امور کی طرف سرسری سے انداز میں توجہ دلا کر انہوں نے عمومی باتوں پر اکتفا کی۔ البتہ سوال و جواب میں علاوہ ان معاملات کے جو وہاں گزرے' انہوں نے ایک شوشہ اور بھی چھوڑا اور وہ تھا نماز میں عورت کی امامت اور عورت کی حکمرانی کا جواز جس سے مغرب زدہ خواتین کی دلی مراد بر آئی حاضرات میں جن کی اکثریت تھی۔ نجیب صدیقی صاحب نے لوگوں کا تاثر نقل کیا ہے کہ وہ نواز شریف صاحب کے بلاوے پر تشریف لائے تھے جنہیں سود اور خاندانی منصوبہ کے مسائل درپیش ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک اور مسئلہ بھی ہماری موجودہ حکومت کے لئے درد سر بنا ہوا ہے۔ ارباب اقتدار خواتین کو مخصوص و محفوظ نشستیں دے کر اسمبلیوں میں ساتھ بٹھانا چاہتے ہیں لیکن ”مولویوں“ سے ذرا ڈر لگ رہا ہے۔ افسوس کہ لاہور میں بھی سامعین کی اکثریت ایسا ہی تاثر لے کر واپس ہوئی اور ڈاکٹر حمید اللہ جیسے درویش لیکن بین الاقوامی سکالر سے عقیدت کے جذبات میں کچھ کمی ہی آئی ---- مدیر

محنت کش اسلامی معاشرے کا سب سے معزز فرد ہے

مرتبہ: ریاض الحق

محنت عمل صالح ہے اور اللہ کی دی ہوئی توانائی کا شکرانہ

اپنے رزق کو ہم صرف تلاش کرتے ہیں' کماتے نہیں

اسلام میں پچھلے ادیان کے بمقابل حکمت کا اضافہ ہوا' احکام کی شدت میں کمی آئی

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان کے ماہ رواں میں پہلے خطاب جمعہ کا ایک حصہ

آپ میں سے جن حضرات کی نظر سے کل کا اخباری اعلان گزرا ہے' ان کو معلوم ہو گا کہ مجھے آج مزدوروں کے حقوق کے بارے میں گفتگو کرنی ہے۔ چونکہ آج کا جمعہ یکم مئی کو آیا ہے جو اتفاق سے "یوم مئی" بھی ہے اس لئے میری گفتگو کا موضوع یہ ہو گا کہ اسلام میں محنت اور مزدوری کا کیا مرتبہ ہے' کسب حلال کا کیا درجہ ہے اور اس کے لئے خود اپنے ہاتھ سے محنت کرنے کی کیا فضیلت احادیث نبویہ میں وارد ہوئی ہے' اسی طرح صدقات و خیرات اور دوسروں کی امداد پر انحصار کرنے کی بجائے خود محنت اور مزدوری کرنے کی جو ترغیب و تشویق ہمارے دین میں ہے' اس پر بھی بات ہو گی۔

سب سے پہلی بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں' یہ ہے کہ قرآن حکیم میں ان چیزوں پر زور نہیں دیا گیا جو چیزیں انسان طبعاً" کرنے پر مجبور ہے' بلکہ زور ان پر ہے جن کا کوئی قوی تقاضا اس کی طبیعت میں موجود نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ معاش کی جدوجہد تو ایسی شے ہے جو ہر ذی حیات کو کرنی ہی ہے۔ حیوانات بھی اس کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہیں' درندے اس کے لئے شکار کرتے ہیں اور دوسرے جانور بھی اپنے اپنے طریقے پر اپنے رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ خود انسان بھی اپنے پیٹ کے ہاتھوں مجبور ہے' پھر اسے اپنے بچوں کے لئے بھی رزق تلاش کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس کے لئے کوئی زور' تاکید یا اصرار نہیں ملے گا۔ البتہ سب سے پہلی بات جس پر قرآن مجید زور دیتا ہے' یہ ہے کہ انسان حصول معاش کے لئے جتنی بھی محنت یا مشقت کرے اس کے نتیجے میں ملنے والی چیز کو اسے اپنی محنت کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔

کسب کا لفظ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ اس کا عمومی مفہوم کمائی' محنت اور اپنی کوشش کے ذریعے سے معاش کا حصول ہے۔ لیکن قرآن مجید نے اس لفظ کو اس کمائی کے لئے خاص کر دیا ہے جو انسان اپنے اعمال سے نیکی یا بدی کی شکل میں کماتا ہے اور اسی کو اس کی اصل کمائی کہا گیا۔

حیات دنیوی انسانی زندگی کے طویل سفر کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ اصل زندگی تو وہ ہے جو " و ان دار لا خرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون" میں بیان ہوئی۔ اس اخروی زندگی پر جو چیز اثر انداز ہو گی اس کا دارومدار اس بات پر ہے کہ انسان نے اس دنیا میں نیکی کمائی یا بدی۔ چنانچہ کمائی اصل میں وہی ہے جیسا کہ سورۂ تغابن میں فرمایا گیا ذالک یوم التغابن" اس دنیا میں بھی تمہارے مابین ہار جیت کے مقابلے ہوتے رہتے ہیں' کون جیتا کون ہارا' کون کامیاب ہوا کون ناکام ہوا لیکن جان لو کہ اصل میں ہار اور جیت کے فیصلے کا دن یوم قیامت ہے۔

انسان جو محنت بھی کرتا ہے' چاہے وہ کھیت میں کر رہا ہے چاہے دکان پر یا کارخانے میں' اس کی یافت کو اپنی کمائی نہ سمجھے بلکہ اللہ کا فضل جانے۔ سورۂ جمعہ میں فرمایا گیا کہ اے اہل ایمان جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو لپکو اللہ کی یاد کی طرف اور کاروبار چھوڑ دو کہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم صحیح علم رکھتے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ یہ ہے اصل میں بنیادی فکر' کہ اللہ نے تمہارے حصے کی روزی تو معین کی ہوئی ہے لیکن وہ کہیں پڑی ہوئی ہے اور بس تمہیں اس کو تلاش کرنا ہے۔ محنت کر کے بھی

انسان حصول معاش کے لئے جتنی بھی محنت یا مشقت کرے اس کے نتیجے میں ملنے والی چیز کو اسے اپنی محنت کا نتیجہ نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کا فضل ہے۔

اللہ نے تمہارے حصے کی روزی تو معین کی ہوئی ہے لیکن وہ کہیں پڑی ہوئی ہے اور بس تمہیں اس کو تلاش کرنا ہے۔

انسان اپنے رزق کا خالق نہیں بن جاتا بلکہ رزق کا تلاش کرنے والا رہتا ہے۔ وہ چیز جو اللہ نے اس کے لئے معین کی ہوئی ہے یعنی اس کا نصیب بن گئی ہے ' اسے وہ تلاش کرتا ہے جیسے کسی کو کہہ دیا جائے کہ فلاں کھیت میں ہم نے تمہارے لئے ایک خزانہ دبا دیا ہے ' اسے تلاش کر لو تو جو کھدائی وہ کررہا ہے ' اسی خزانے کی تلاش میں ہے جو اس کے لئے معین کردیا گیا ہے۔

اس معین مقام پر جو مسئلہ زیر بحث ہے اس کو جان لیجئے جس کا ایک خاص پس منظر ہے۔ پچھلی امتوں کے لئے بھی جمعے کی فضیلت ایسی ہی تھی جیسی کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ یہود نے خود اپنی شرارت نفس سے جمعے کو چھوڑ کر ہفتے کا دن اختیار کر لیا۔ ان کے لئے بھی اصل میں دن یہی جمعے کا مخصوص تھا۔ اس کی صراحت احادیث نبویہ میں موجود ہے۔ جمعہ سید الایام ہے ' تمام دنوں کا سردار ۔ یہود نے اپنے مزاج میں شامل تحریف پسندی کی وجہ سے جمعے کو چھوڑ کر ہفتے کو اختیار کر لیا لیکن بہر حال اس دن کے بارے میں احکام بہت سخت تھے۔ پورا دن کاروبار زندگی حرام تھا ' لیکن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں بہت نرمی برتی اور اس کا بھی ایک سبب ہے ' یہ کہ یہاں حکمت کا اضافہ ہوا اور حکمت کے اس اضافے کے ساتھ احکام کی شدت میں کمی آگئی کیونکہ انسان میں اگر تفقہ اور فہم موجود ہو تو تھوڑا عمل بھی زیادہ نتائج پیدا کرسکتا ہے جبکہ اس کے برعکس اگر فہم ' فکر اور تفقہ موجود نہیں یا کم ہیں تو اس کمی کی تلافی جسمانی محنت زیادہ کر کے کرنی ہوگی۔

ہمارے دین میں فکر پر زیادہ زور دیا گیا اور حکمت کے پہلو کو زیادہ نمایاں کیا گیا ہے۔ اور اسی لئے ہماری شریعت اور وحی آسمانی میں ارتقاء ہوا ہے۔ وحی کے اس ارتقاء میں یہی حکمت ایک اہم عامل کے طور پر شامل ہوئی ہے۔ انسان جب ذہنی اعتبار سے اپنے طفولیت کے دور میں تھا اور شعور کے لحاظ سے اس کی ذہنی سطح ابھی پست تھی تو اس کو معجزات بھی حسی دکھائے جاتے تھے یعنی وہ معجزات جو آنکھوں سے دیکھے جاسکتے ہوں لیکن اسی تناسب سے ان پر احکام شریعت کی سختیاں بھی زیادہ تھیں۔ پھر جیسے جیسے انسان کی شعوری سطح بلند ہوئی اور اتمام دین اور اتمام نور ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ گویا نوع انسانی شعوری اعتبار سے بالغ بھی ہوگئی چنانچہ اب وہ اس قابل ہوگئی کہ اس کو حکمت کی تعلیم دی جائے اور جیسے جیسے حکمت بڑھی ' احکام کی شدت کم ہوگئی۔ چنانچہ اسی پس منظر میں کہا گیا کہ جب نماز کے لئے بلایا جائے اس وقت سے کاروبار حرام ہے۔ اس سے پہلے اگر آپ دکان پر بیٹھے کام کررہے ہیں تو کوئی حرج نہیں اس کے لئے ترغیب تو ہے کہ جمعے کا زیادہ سے زیادہ وقت ذکر و اذکار یا قرآن مجید کی تلاوت کے لئے وقف کیا جائے۔ تاہم یہ چیز حرام نہیں کہ آدمی جمعہ کے دن صبح سے لے کر اذان تک کاروبار دنیوی میں مصروف رہے۔ پھر جو فرمایا کہ نماز کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو تو یہ اجازت کے درجے میں ہے حکم نہیں۔ جماعت اور نماز ہوگئی تو جا کر اللہ کا فضل تلاش کرسکتے ہو۔

میں نے اس وقت اس آیت مبارکہ کا حوالہ اس ضمن میں دیا کہ قرآن مجید رزق کو اللہ کا فضل قرار دیتا ہے اور اس پر بالعموم لفظ کسب کا اطلاق نہیں کرتا اگرچہ چند استثناء ات موجود ہیں جیسے سورۂ بقرہ میں کہا گیا " وممّا کسبتم " کہ جو کچھ تم نے کمائی کی ہے (اس میں سے بھی اللہ کا حق نکالنا ہے) عام طور پر رزق کے لئے لفظ فضل استعمال ہوا ہے البتہ احادیث نبویہ میں طلب معاش اور روزی کی محنت کے لئے کسب کا لفظ کافی تکرار کے ساتھ آتا ہے۔ چنانچہ اس حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے ' حضورؐ نے فرمایا " طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ " یعنی حلال رزق کی تلاش کرنا ' اس کے لئے سعی و جہد اور کوشش فرض ہے لیکن یہ فرض کے بعد کا فرض ہے۔ یہاں عام طور پر لوگوں نے کہا ہے کہ یہ فرض نماز کا ذکر ہے لیکن دراصل یہاں صرف نماز مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی فرائض عائد ہوتے ہیں وہ یقیناً مقدم رہیں گے اور یہ رزق حلال کی تلاش کا فرض فرائض دینی کے بعد آئے گا۔ اگرچہ اللہ کی طرف سے نوافل اور مستحبات کی ترغیب بھی ہے لیکن فرائض کو اولیت حاصل رہے گی۔ یہاں اپنے ذہن میں پورے کے پورے تصور فرائض دینی کو لے آیئے۔ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ میں نے فرض نماز ادا کرلی ہے تو اس کے بعد کا میرا سارا وقت کسب حلال کے لئے ہے۔ گویا اقامت دین کی جدوجہد کے لئے میرے پاس کوئی وقت نہیں۔

اگر آپ فرائض دینی کا پورا تصور ذہن میں رکھیں گے تو دین کی دعوت اور اس کی اقامت کی جدوجہد بھی آپ کے ذمے ہے۔ اس کے لئے جماعت کا اہتمام اور اس کے نظم کی پابندی بھی آپ کے ذمے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب " تقرب بالفرائض" اور " تقرب بالنوافل" میں تفصیل سے لکھا ہے کہ ہمارے ہاں دینی تصورات میں ایک بات بالکل برعکس ہوگئی ' یہ کہ تقرب بالنوافل کو بلند تر اور اہم تر سمجھ لیا گیا حالانکہ حدیث نبوی کی رو سے تقرب بالفرائض اصل شے ہے۔ سب سے پہلے دینی فرائض کو ادا کیجئے۔ یہ نہیں کہ آپ نے فرض نماز پڑھ لی اب چونکہ نوافل ادا کررہے ہیں لہٰذا دعوت دین اور فریضہ اقامت دین کے لئے آپ کے پاس وقت نہیں ہے یہ غلو اور عدم توازن درحقیقت حکمت دین کے منافی ہے۔ چنانچہ اس وضاحت کے ساتھ اس حدیث کو سامنے رکھیے کہ فرائض دینی اور ان کی ادائیگی کے بعد اب جو فرض انسان پر عائد ہوتا ہے وہ کسب حلال ہے۔ اسی ضمن میں ایک اور حدیث بیان کرنا چاہتا ہوں جو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے اور سنن ترمذی ' سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں موجود ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز تم کھاؤ اس میں سب سے پاکیزہ وہ ہے جو تم نے خود کمائی ہو۔ اس کے گویا تقابل میں آئے گی کسی کی مدد اور صدقات و خیرات

فرائض دینی اور ان کی ادائیگی کے بعد اب جو فرض انسان پر عائد ہوتا ہے وہ کسب حلال ہے۔

جن سے ہٹا کر کسب حلال، محنت، کمائی، کوشش اور اپنی جدوجہد پر زور دیا گیا۔

میں آج یہ بھی وضاحت کروں گا کہ کمائی میں بھی اس کمائی کی جو اپنے ہاتھ سے کی گئی ہو، بہت بڑی فضیلت احادیث میں آئی ہے۔ تجارت کے ذریعے سے بھی انسان کماتا ہے لیکن اس میں ہاتھ کا عمل اتنا نہیں ہوتا چنانچہ وہ رزق جو ہاتھ کے ذریعے سے محنت کر کے حاصل کیا گیا ہو اس کا درجہ بہت بلند اور بہت افضل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بارے میں حدیثیں میں بعد میں آپ کو

حکمت کے اس اضافے کے ساتھ احکام کی شدت میں کمی آئی۔

سناؤں گا۔ یہاں اس حدیث پر غور کیجئے کہ " ان اطیب ما اکلتم" سب سے زیادہ پاکیزہ شے جو تم کھاؤ وہ "من کسبکم " تمہاری اپنی کمائی، محنت اور کوشش سے حاصل کردہ رزق ہے۔ اس میں ایک بات اہم ہے جس میں مغالطہ ہو سکتا ہے۔ فرض کیجئے ایک آدمی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا ہے اور خود کوئی محنت اور بھاگ دوڑ نہیں کر رہا اور اس کا دارو مدار اولاد پر ہے جو اس کی کفالت کر رہی ہے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے ذہن میں خیال آئے کہ میں کوئی گھٹیا کام کر رہا ہوں کیونکہ اولاد کی طرف سے تعاون پر میرا گزارہ ہو رہا ہے۔ فرمایا وان اولاد کم من کسبکم " یعنی تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔ ان کی کمائی اور محنت میں سے تمہیں کوئی حصہ مل رہا ہے تو اس میں ہرگز تمہیں اپنے دل پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بات صحابہ کرامؓ کے لئے بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ ہمارے اور ان کے طرز عمل کا فرق یہ ہے کہ جب بھی وہ قرآن کا کوئی حکم سنتے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات سامنے آتی تو اس پر صد فی صد عمل کی کوشش کرتے تھے۔ چنانچہ جب قرآن میں یہ الفاظ آگئے کہ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن " تو صحابہ کرامؓ نے یہاں تک کیا کہ اگر ان کے گھر میں یتیم کا کچھ مال ہے تو انہوں نے اپنی ہنڈیا علیحدہ کر لی کہ کہیں یتیم کے مال میں سے کوئی چیز میرے پیٹ میں نہ چلی جائے۔

اسی طرح جب پردے کا حکم آیا تو اس پر بھی بڑی شدت سے عمل کیا گیا اور بعض گھروں میں جو معذور پڑے ہوتے تھے، کوئی لنگڑا یا اندھا کسی گھر میں تھا تو اس کا بھی مسئلہ بن گیا جس کے لئے کوئی اور ذریعہ معاش یا ٹھکانہ نہیں تھا اور گھر بھی معمولی چھوٹے چھوٹے تھے تو اب ان کا کیا ہو؟۔ چنانچہ سورۂ نور میں وضاحت کی گئی کہ نہیں نہیں، اگر کوئی لنگڑا ہے یا اندھا ہے اور گھر میں رہے اور کھائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس حد تک معاملات کی وضاحت اس لئے کرنا پڑتی تھی کہ صحابہ کرامؓ کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ قرآن و حدیث کے الفاظ پر من و عن عمل کرنا چاہتے تھے۔

اسی طرح یہاں بھی خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ اولاد سے امداد قبول کر رہا ہے تو یہ بھی کوئی گھٹیا درجے کی بات ہے۔ چنانچہ وضاحت کر دی گئی کہ " ان اولاد کم من کسبکم " تمہاری اولاد تو خود تمہاری کمائی ہے۔ تم نے انہیں پالا ہے، ان پر خرچ کیا ہے، اپنی توانائی ان پر لگائی ہے اس لئے اس میں کسی درجے کی کوئی قباحت نہیں اور اپنی طبیعت پر کوئی بوجھ محسوس نہ کرنا۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک صحابیؓ نے حضورؐ سے اپنے نوجوان بیٹے کی شکایت کی کہ اگرچہ اللہ نے اس کو کشادگی عطا کی ہے اور اس کا ہاتھ کھلا ہے لیکن وہ مجھے تنگی میں رکھتا ہے، مجھ پر خرچ نہیں کرتا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوان صحابی کو بلایا، ان کا گریبان پکڑا اور اسے باپ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا" ان مالک وانت لابیک "یعنی تم خود بھی اپنے باپ

اللہ نے تمہیں جو توانائی دی ہے، محنت کا یہ عمل صالح اس کا شکرانہ ہے۔

کے ہو اور تمہارا مال بھی تمہارے باپ کا ہے۔ تمہارے دماغ میں اپنے مال کا کیا خناس سما گیا ہے۔ اسلام خاندانی نظام میں جو پختگی پیدا کرنا چاہتا ہے اس کا یہ بھی ایک اہم اصول ہے۔

کسب کی انتہائی تاکید آئی اور فرمایا کہ انسان کے لئے کھانے کے لئے بہترین غذا وہ ہے جو اس نے خود کمائی ہو۔ کسب کے کئی طریقے ہوسکتے ہیں ان میں ایک بیع ہے جس میں ہاتھ کی مشقت اس درجے میں نہیں ہوتی۔ ایک آدمی اپنے سرمائے سے دوکان میں مال ڈال کر بیٹھا ہے، اگرچہ وہ بھی شام تک بیٹھتا ہے لیکن جس کو ہاتھ کی محنت کہتے ہیں وہ اس کے کام میں شامل نہیں۔ اس حوالے سے ایک حدیث یاد رکھیں جو حضرت مقداد بن معدیکرب سے مروی ہے۔ الفاظ بخاری شریف کی روایت کے مطابق یہ ہیں کہ " ما اکل احد طعاما قط خیر ا من ان یا کل من عمل یدیہ " یعنی کسی کھانے والے نے کوئی کھانا نہیں کھایا جو زیادہ پاکیزہ ہو اس سے جو اس نے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمایا ہو۔ محنت جدوجہد، مشقت اور ہاتھ سے کمانے کی فضیلت تمام کمائیوں سے زیادہ ہے۔ اگرچہ دوسری کمائی بھی جائز ہے لیکن جائز ہونا اپنی جگہ اور افضل ہونا اپنی جگہ ـــــ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ کے نبی داؤدؑ خود بھی اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ گویا بادشاہ ہونے کے باوجود اپنے پیٹ میں جو رزق ڈالتے تھے وہ ان کے ہاتھوں کی محنت کا پھل تھا۔ سورۂ سبا میں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان فرمایا ہے کہ ہم نے داؤدؑ کو اپنے پاس سے فضل عطا کیا، بہت بڑی فضیلت عطا کی۔ ہم نے حکم دے دیا پہاڑوں کو بھی اور پرندوں کو بھی کہ ان کی آواز میں اپنی آواز ملاؤ۔ وہ جب حمد کے ترانے الاپتے تو ان کے ساتھ پہاڑ اور پرندے بھی شامل ہو جاتے تھے پھر ہم نے ان کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ وہ پیشے کے اعتبار سے لوہار تھے اور ویسے بھی نہایت قوی انسان تھے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کو اللہ نے اتنی طاقت دی تھی کہ لوہے کو جیسے چاہتے توڑ مروڑ لیتے تھے یا یہ کہ اللہ نے ان کو کوئی خاص فن دیا تھا جس سے انہیں لوہے کو اپنے منشاء کے مطابق ڈھال لینے کی صلاحیت حاصل ہوئی۔

اگرچہ محنت کا لفظ عربی زبان کا لفظ ہے لیکن مزدوری کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہوتا بلکہ محنت کے لفظ سے امتحان اور آزمائش وغیرہ کے الفاظ بنتے ہیں جن کا مادہ مشترک ہے۔ محنت کے لئے عمل کا لفظ استعمال کیا گیا۔ عامل عربی میں مزدور کو کہتے ہیں۔ مزدور اپنے ہاتھ سے عمل اور محنت کرنے والا ہے۔ چنانچہ حضرت داؤدؑ کے لئے فرمایا گیا کہ ان اعمل سٰبغت و قدر فی السرد" یعنی اب زرہیں بناؤ اور بڑے اندازے کے مطابق کڑیاں جوڑو۔ آپ کو معلوم ہے کہ زرہ میں حرکت

کی آزادی ضروری ہے۔ اگر آدمی نے زرہ پہن لی لیکن اس کا ہاتھ حرکت نہ کرسکے تو وہ زرہ کیسی۔ اسے تو اپنے مد مقابل پر چڑھائی کرنی ہے ' تلوار چلانی ہے اور اپنے لئے ڈھال بھی استعمال کرنی ہے چنانچہ فرمایا کہ پورے اندازے کے مطابق کڑیاں جوڑو اور پھر "واعملو صالحا" اور عمل کرو اچھا۔ پھر آگے دو آیتوں کے بعد آیا اعملوا ال داؤد شکرا" اے داؤدؑ کے گھر والو عمل کرو ' مزدوری کرو ' تو یہاں عمل کا لفظ اس محنت اور مزدوری کے لئے آیا جو وہ لوہے پر کرتے تھے۔ پھر جو لفظ شکر آیا تو یہ بہت معنی خیز ہے کہ اللہ نے تمہیں جو توانائی دی ہے ' محنت کا یہ عمل صالح اس کا شکرانہ ہے۔ انسان کو جو توانائی اللہ تعالی نے عطا کی ہے اس سے کام لے اور محنت و مشقت کرے تو یہی اصل میں اللہ کی طرف سے عطا کردہ اعضاء و جوارح کی نعمت کا شکر ہے۔

اسی ضمن میں کچھ اور حدیثیں بھی آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ پہلی حدیث بخاریؒ کی روایت ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ داؤدؑ نہیں کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ سے اور مشقت سے حاصل شدہ روزی۔ اس کی مثالیں بعد میں ملتی ہیں۔ ہمارے بہت سے بادشاہوں نے حضرت داؤدؑ کی اس سنت پر عمل کیا۔ چنانچہ اورنگ زیب عالمگیر قرآن مجید لکھ کر یا ٹوپیاں بنا کر اپنا ذاتی رزق حاصل کرتے تھے۔ ہندوستان میں ان سے بہت پہلے گزرنے والے ایک اور بادشاہ ناصرالدین محمود بھی اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تھے۔ یہ روایت وہی ہے جو حضرت داؤدؑ سے بادشاہوں میں چلی آرہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باور کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص ایسا کرسکتا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماتا ہو۔ لیکن اس سے ایک حقیقت یہ بھی مقصود ہے کہ نگاہوں میں محنت اور مزدوری کی قدر کم نہ ہوجائے ' مزدور کو گھٹیا نہ سمجھا جائے ' کہیں مزدوری کی وقعت کم نہ ہوجائے۔ چنانچہ اس معاملے کو انبیاء اور رسل کے طرز عمل کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث ہے جو مسلم شریف میں آئی اور حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے مروی ہے کہ حضرت زکریاؑ بڑھئی تھے جیسے حضرت داؤدؑ لوہار تھے۔ گویا یہ کسی بھی درجے میں شرمندگی اور کسر شان کی بات نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتے تھے اور لوہار یا بڑھئی تھے۔ اور سب سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے بارے میں ارشاد گرامی ہے ' فرمایا "اللہ نے کبھی کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں"۔ اور یہاں مراد ہے اجرت پر بکریاں چرانا اور چونکہ یہ بیان بلا استثناء کے تھا لہٰذا ایک فوری سوال پیدا ہوا۔ حضورؐ کے صحابہؓ نے عرض کیا" اے اللہ کے رسولؐ کیا آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں؟"۔ تو جواب میں فرمایا" ہاں میں تو مکے والوں کی بکریاں چراتا تھا ٹکوں کے عوض" قراریط کا لفظ استعمال فرمایا تھا ' جس کا مطلب ہے چند ٹکے ' بہت حقیر رقم۔ معلوم ہوا اس میں کوئی عیب نہیں ' کوئی شرم کی یا انسان کی کسر شان والی بات نہیں۔ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کام کرتے رہے اور اجرت پر بکریاں چراتے رہے یا کوئی اور محنت کرتے رہے ہیں تو اس میں کسی درجے کی بھی کوئی کسر شان والی بات نہیں بلکہ یہ فضیلت ہے کہ اللہ کے اولو العزم پیغمبروں کے ساتھ نسبت قائم ہورہی ہے ' حضرت داؤدؑ کے ساتھ ' حضرت زکریاؑ کے ساتھ اور سب سے بڑھ کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ!۔

تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔ ان کی کمائی اور محنت میں سے تمہیں کوئی حصہ مل رہا ہے تو اس میں ہرگز اپنے دل پر کوئی بوجھ محسوس نہیں کرنا چاہیے۔

انسان رزق کے لئے جو محنت یا کام کرتا ہے ' وہ کسب کہلائے گی اور کسب حلال فرائض دینی کے بعد فرض ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک انسان [illegible] کمائی سے لا کر اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہے تو یہ صدقہ ہے۔ جن کی اس پر ذمہ داریاں ہیں ' ان کے لئے محنت کرتا ہے تو یہ بھی اللہ کے ہاں صدقہ شمار ہوگا اور عبادت سمجھا جائے گا۔ اور کسب حلال میں بھی جسمانی محنت ' ہاتھ کی محنت کا درجہ اس قدر بلند ہے کہ حضرت داؤدؑ حضرت زکریاؑ نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے بھی یہ محنت فرمائی۔

اب میں آپ کو وہ احادیث بتانا چاہتا ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کرنے کی مذمت کرتے ہوئے محنت اور مزدوری پر زور دیا ہے۔ میں یہ باتیں مختلف مواقع پر اسلام کے معاشی نظام کے حوالے سے بیان کرتا رہا ہوں۔ اس ضمن میں جو ترقی انسان کے تمدن نے کی ' اس کا نقطہ عروج سکینڈے نیوین سوشلزم ہے۔ اس میں حریت آزادی اور جمہوریت ہے اور پھر کفالت عامہ کا نظام تو بہت ہی بلند سطح پر ہے۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ یہ اتنی بلند سطح پر ہے کہ اس پیمانے پر یہ نظام چلنے والا نہیں کیونکہ یہ بھی غیر فطری بات ہے کہ فلاح عامہ کی سطح کو اتنا بلند کردیا جائے کہ انسان کو صدقہ و خیرات پر گزارہ کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہ ہو تو یہ نظام نہیں چل سکے گا۔ اگر ایک آدمی کو معلوم ہو کہ میں محنت مزدوری کروں یا نہ کروں ' میرا بچہ بھی وہیں تعلیم پائے گا جہاں ایک ٹیکس ادا کرنے والے کروڑ پتی کا بچہ تعلیم پاتا ہے اور میں بیمار پڑوں گا تو میرا علاج بھی اسی سطح پر ہوگا جس سطح پر کسی کروڑ پتی کا علاج ہورہا ہے تو اسے کیا ضرورت ہے کہ محنت کرے۔ انسان کو آخر اور کس چیز کی ضرورت ہے ؟۔ اگر ویلفیئر پر گزارہ ہورہا ہے تو آدمی یہ بہانہ بنا کے بیٹھ رہے گا کہ میں معذور ہوں ' کام نہیں کرسکتا وہ اپنے آپ کو رجسٹر کرائے گا اور وہاں سے اس کو اس سطح کا ویلفیئر مل جائے گا کہ اس کا اچھا بھلا گزارہ ہوتا رہے گا تو کام کرنے کی خواہش اور ضرورت ختم ہوجائے گی اور یوں معیشت اپنے آپ کو برقرار نہیں رکھ سکے گی۔

درحقیقت انسان کا اپنا بنایا ہوا نظام کسی نہ کسی نوع کی انتہا پسندی کا مظہر ہوتا ہے۔ ایک انتہا پسندی کا نتیجہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی شکل میں سامنے آیا اور اس کا رد عمل پیدا ہوا جو دوسری انتہا پسندی کے اس درجے میں سامنے آیا کہ نجی ملکیت اور ذاتی ملکیت کا سرے سے خاتمہ ہوگیا۔ اب ان دونوں انتہاؤں میں ایک ادغام تو ہوا ہے اور جدلی مادیت کا فلسفہ اسی کا مظہر ہے جو مادی اعتبار سے اگرچہ زیادہ غلط نہیں ہے لیکن اصل غلطی یہ ہے کہ انسان کو صرف مادہ سمجھ لیا جائے جبکہ اس کی اصل حقیقت روحانی ہے۔ سارا

تماشا عمل اور رد عمل کا ہو رہا ہے۔ ایک فلسفہ سرمایہ دارانہ نظام تھا جس کا رد عمل کیمونزم کی شکل میں پیدا ہوا۔ ان دونوں کا نقطہ اتصال یا آمیزہ سکینڈے نیوین سوشلزم ہے لیکن اس کی اپنی کمزوری یہ ہے کہ فلاح عامہ کا معیار اتنا اونچا کردیا گیا کہ کام کی امنگ نے دم توڑ دیا ہے۔ پھر اس سے استفادے میں بھی انسان اپنی نگاہوں میں کم تر محسوس نہ کرے تو یہ بات نظام کو ناقابل عمل بنا دے گی۔ آدمی سوچنے لگتا ہے کہ صدقہ اور خیرات پر پل رہا ہوں تو کیا ہوا' یہ میرا حق ہے۔ یہ صورت حال ہو تو پھر آدمی محنت کیوں کرے!۔

انسان کو سہل انگاری محنت کے مقابلے میں زیادہ اچھی محسوس ہوتی ہے۔ وہ تو مزے سے لیٹا رہے گا بجائے اس کے کہ محنت کرے 'مزدوری کرے یا بوجھ اٹھائے لیکن یہ فرق و امتیاز اسلام نے قائم رکھا ہے کہ " الید العلیا خیر من الید السفلی" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو! دینے والا یعنی اوپر والا ہاتھ بہتر ہے لینے والے یعنی نیچے والے ہاتھ سے۔ تم کسی کے صدقات اور خیرات پر گزارہ کرو گے تو تمہارا ایک درجہ کم تر ہوجائے گا۔ انسان کو یہ احساس رہنا چاہیے کہ یہ میرا مقام نہیں اور محنت کے بغیر رزق حاصل کر کے میں نے اپنے آپ کو عزت نفس کی سطح سے گرا لیا ہے' اپنا درجہ کم کرلیا ہے۔ ہاں' اگر کسی کو واقعتاً کوئی عذر ہے یعنی وہ معذور ہے تو بات اور ہوجائے گی۔ وہ پھر اسی درجے میں آئے گی کہ " لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج حرج" لیکن اگر اچھا بھلا انسان ہو' کام کرسکتا ہو اور پھر بھی وہ زکوٰۃ پر گزارہ کررہا ہو تو یقیناً ایک قابل مذمت بات ہے اور وہ کیفیت ہے جس کی سبکی کا احساس دلادینا ضروری ہے۔ بعض لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ ہمیں زکوٰۃ دیتے وقت لینے والے کو یہ بتانا کیوں ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے جبکہ اس سے اس کی عزت نفس مجروح ہوگی تو میں کہتا ہوں کہ آپ پر زکوٰۃ دیتے وقت یہ بتانا فرض ہے۔ اس لئے کہ آپ کو کیا معلوم اس کے گھر میں سات تولے سونا پڑا ہو اور اگر وہ ہدیہ سمجھ کر لے رہا ہے تو وہ اسے شیر مادر کی طرح ہضم کرے گا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں زکوٰۃ لے رہا ہوں اور زکوٰۃ ان کا حق ہے جو نصاب سے محروم ہیں اگر صاحب نصاب کے پاس زکوٰۃ میں سے کوئی شے جارہی ہے تو آپ نے غلط دیا اور اس نے ناحق لیا۔ نہ اسے لینا چاہیے تھا اور نہ آپ کو اسے دینا چاہیے تھا۔ بلکہ جو ادارے زکوٰۃ پر چلتے ہوں جیسا کہ بعض حضرات آج کل کررہے ہیں مثلاً زکوٰۃ کی رقم سے فلاح عامہ کا کلینک چلا رہے ہیں' وہاں پر بھی لکھ دیا جانا چاہیے کہ یہاں زکوٰۃ کی رقم استعمال ہو رہی ہے چنانچہ جو لوگ زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہیں' وہ یہاں پر رقم ادا کریں۔ یوں بتانے والے اپنے فرض سے سبکدوش ہوگئے اب جرم ان کا ہوگا جو صاحب نصاب ہوتے ہوئے بھی وہاں سے بغیر معاوضے کے کوئی مدد حاصل کررہے ہیں۔

ہمارے دین کے فلسفے میں صدقہ اور خیرات کی اس اعتبار سے مذمت بہت اہم ہے کہ انسان کو اپنی عزت نفس کی حفاظت کرنی چاہیے اور صدقہ و خیرات کی بجائے اپنی محنت اور مزدوری سے اپنی معاشی ضروریات پوری کرنی چاہیں۔ اس بارے میں ایک حدیث بخاری میں موجود ہے جسے ابو عبداللہ زبیر بن العوامؓ لائے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بات کہ کوئی شخص اپنی رسیاں لے کر پہاڑ پر چڑھ جائے اور وہاں سے اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لاد کر لائے' پھر اسے بیچے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو بچالے تو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے کے مقابلے میں اس کی عزت نفس کا بچاؤ ہوجائے گا۔ اگر دست سوال دراز کرے گا تو کوئی دے گا اور کوئی انکار کرے گا تو اس طرح اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے کیا کہیں بہتر یہ نہیں کہ انسان ہمت کرے اور محنت مزدوری کو نہیں بلکہ سوال کرنے کو کسر شان سمجھے' صدقہ و خیرات قبول کرنے کو اپنی کسر شان سمجھے اور اسے اپنی عزت نفس کے منافی جانے۔ ایسی ہی ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے اور یہ روایت متفق علیہ ہے۔

دو اور حدیثیں اس ضمن میں سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت رافع ابن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا' سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی کون سی ہے؟۔ جواب سنئے' یہ تھا کہ انسان کا اپنے ہاتھ سے کمانا' محنت مزدوری کرنا۔ دوسرے نمبر پر وہ تجارت آتی ہے جو صاف سیدھی اور پاک ہو' جس میں دھوکہ' فریب' غل و غش اور کم تولنا نہ ہو ایسی تجارت کے بارے میں فرمایا گیا "تجارۃ کل بیع مبرور" یعنی وہ تجارت جو تمام برائیوں سے پاک ہو۔ مبرور وہ لفظ ہے جو حج کے بارے میں بھی آیا جب کہا گیا کہ وہ حج جو تمام آلائشوں سے بری ہے اور پھر حلال کمائی سے بھی کیا گیا تو وہ حج مبرور ہے یعنی اللہ کے ہاں مقبول ہے۔ گویا وہ تجارت' بیع و شرع اور لین دین جو تمام برائیوں سے پاک ہو' وہ بھی دوسرے درجے پر ہے۔ سب سے زیادہ اطیب تو یہی ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کام کرے اور محنت مزدوری کرے۔ یہ ہے اسلام میں دستکار اور محنت کش کی عزت و شرف کا مقام!۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

انسان کا اپنا بنایا ہوا نظام کسی نہ کسی نوع کی انتہا پسندی کا مظہر ہوتا ہے۔ ایک انتہا پسندی کا نتیجہ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام کی شکل میں سامنے آیا اور اس کا رد عمل پیدا ہوا تو دوسری انتہا پسندی کے رد عمل میں نجی ملکیت اور ذاتی ملکیت کا سرے سے خاتمہ ہوگیا۔

اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کام کرتے رہے اور اجرت پر بکریاں چراتے رہے یا کوئی اور محنت کرتے رہے ہیں تو اس میں کسی درجے کی بھی کوئی کسر شان والی بات نہیں بلکہ یہ فضیلت ہے کہ اللہ کے اولو العزم پیغمبروں کے ساتھ نسبت قائم ہورہی ہے۔

سیاست کی دھوپ' علم کی چھاؤں

خلافت اسی دھوپ چھاؤں کا حسین امتزاج ہے

رحیم کاشفی

سرمایہ دارانہ معیشت کے حامل معاشرہ میں یوم مئی کا انعقاد منافقانہ طرز عمل کا مظہر تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ یہ بھی تو ہے کہ معاشی ناانصافی ' سماجی ناہمواری اور جاگیردارانہ سیاسی جبرو استحصال نے ورکنگ کلاس کو اس قابل ہی کب چھوڑا کہ وہ ایسے کسی یوم کو از خود منا سکیں ۔ یوں تو مشعل بردار جلوس بھی نکالے گئے اور مراعات یافتہ طبقہ کے نمائندگان نے مزدوروں کے حق میں روایتی بیانات بھی داغے لیکن مسلم معاشرہ کے محنت کشوں میں کسی ایسی تقریب کو رواج دینا ' جس میں صحیح یا غلط طور پر مذہب کا عنصر شامل نہ کیا ہو ' بڑا مشکل کام ہے ۔ یوم مئی کی چھٹی آئی اور بے مقصدیت کی نذر ہوگئی ۔ نظریات قومی فکر کو متعین کرتے ہیں اور ان کی اثر پذیری یا بے اثری کا اندازہ اجتماعی عمل سے با آسانی لگایا جاسکتا ہے ۔ موجودہ صورت حال اسلامی نظریات کے محاذ پر کام کرنے والوں کے لئے معرکہ سخت جاں ہے ۔

برعظیم پاک و ہند میں مئی کا مہینہ گرمی کے لئے بطور علامت استعمال ہوتا ہے ' بقول شاعر مئی کا آن پہنچا ہے مہینہ ' بہا ایڑی سے چوٹی تک پسینہ ۔ اسی پسینہ بہا دینے والی گرمی میں دو مئی کو کراچی کے مشرقی علاقے میں سندھ اسمبلی کی تین نشستوں کے لئے ضمنی انتخابات منعقد ہوئے جہاں روایتی گہما گہمی نہ ہونے کے باوجود رائے دہندگان نے کثیر تعداد میں ووٹ ڈالے اور اس معاملہ میں خواتین مردوں سے بھی بازی لے گئیں ۔ نتائج حسب توقع ایم کیو ایم کے حق میں ہی نکلے البتہ انتخابات کے ذریعے اسلامی انقلاب کا نعرہ لگانے والوں کو فرار ہی میں قرار ملا ۔ انہوں نے ووٹنگ سے قبل ہی دھاندلی کا الزام لگا کر اپنی بساط لپیٹ لی ۔ نہ جانے وہ کب تک ایسے ہی بساط لپیٹتے رہیں گے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی انقلاب کا راستہ انتخابات کے میدان سے گزرتا ہی نہیں ۔ افواہوں کے زیر اثر فضا میں خوف کا عنصر تو یقیناً موجود تھا لیکن کوئی حادثہ پیش نہ آیا اور الحمد للہ کہ سارا معاملہ بخیر و خوبی انجام پا گیا یعنی جنہیں عوام نے چاہا نمائندگی کا حق سونپ دیا ۔ چلچلاتی دھوپ میں انتخابات کی بے رونق بہار تو لانڈھی کے عوام کو "گرم جوش" نہ کرسکی لیکن وزیراعظم کے خصوصی مہمان ' عالم اسلام کے ممتاز سکالر ڈاکٹر حمید اللہ نے دارلعلوم کراچی (کورنگی) میں قدم رنجہ فرما کر علم کے پیاسوں کی آتش شوق کو ضرور بھڑکا دیا۔

جب گلیوں اور محلوں میں حق نمائندگی کا فریضہ سرانجام دیا جارہا تھا اسی وقت دینی علوم کی درسگاہ میں مسلمانوں کو مستقبل کے لائحہ عمل کا شعور دیا جارہا تھا۔ علامہ موصوف نے عالمی خلافت کے ذہنی پس منظر کے ساتھ اس کا ہیولی نہایت مختصرا بیان فرمایا ۔ ان کی تجویز اس مفروضہ پر قائم تھی کہ بحالات موجودہ تمام مسلم مملکتوں کی مشترکہ خلافت ان کے سربراہوں پر مشتمل ایک کمیٹی شوریٰ کے باہمی اتفاق رائے سے کسی ایک کو ایک خاص مدت کے لئے خلیفہ منتخب کر لینے سے وجود میں آئے گی اور پھر باری باری سربراہ مملکت اس منصب جلیلہ پر فائز ہوتا رہے گا' لیکن وہ اس اہم تر نکتہ کو نظر انداز کر گئے کہ نظام خلافت رائج الوقت طرز حکمرانی کا صرف نام بدل دینے کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک انقلابی جدوجہد کے نتیجہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

'خبر کشائی'

محمد سمیع ۔ کراچی

☆ **وفاقی شرعی عدالت نے کوٹہ سسٹم کو اسلام کے منافی قرار دے دیا۔ (ایک خبر)**

○ گویا یک نہ شد دو شد ۔ بہر حال ارباب اقتدار اس کے حق میں بھی فتوے حاصل کر ہی لیں گے۔

☆ **آصف نواز کے آباؤ اجداد نے ہمایوں کو اقتدار واپس دلایا تھا۔ (ایک خبر)**

○ تو وہ خود کیا اب پیپلز پارٹی کو اقتدار واپس دلائیں گے!

☆ **بدعنوان سرکاری ملازمین کے خلاف کارروائی کی جائے (نواز شریف)**

○ پہلا پتھر کون مارے گا؟۔

☆ **ہم اس ملک کے محافظ ہیں۔ اس کا استحکام چاہتے ہیں (سلیم شہزاد ایم کیو ایم)**

○ تبھی چار قومیتوں کی موجودگی میں پانچویں قومیت کا نعرہ لگایا گیا ہے!۔

☆ **حق نواز کانفرنس سنی قوم کی وحدت کا عملی ثبوت ہوگی۔ (مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی)**

○ ظاہر ہے قومیت کے خلاء کو کوئی تو پر کرے گا۔

☆ **یونیورسٹی کے ۵ ہزار اساتذہ ۲ر مئی کو علامتی ہڑتال کریں گے ۔ (ایک خبر)**

○ گر ہمیں مکتب و ہمیں مُلّا، کار طفلاں تمام خواہد شد

گاہے گاہے بازخواں......

اب کہ جماعت اسلامی حکمران پارٹی آئی جے آئی سے علیحدہ ہو گئی ہے' یہ تحریر پڑھنے اور سنبھال کر رکھنے کی سوغات ہے جو طعنوں تشنوں کے جواب میں چوہدری رحمت الٰہی صاحب کی طرف سے جماعت کے سرکاری موقف کے طور پر شائع کرایا گیا تھا۔ مدیر

اسلامی جمہوری اتحاد نیک تمناؤں کے ساتھ قائم ہوا تھا اور جماعت اسلامی نے اس کی تشکیل' اس کے مقاصد و منشور کی تیاری' اس کی انتخابی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس جدوجہد کے نتیجہ میں اسلامی اتحاد کو ۱۹۹۰ء کے انتخابات میں واضح اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی۔ اور مرکز' صوبہ پنجاب اور سرحد میں اس کی مضبوط حکومتیں بنیں' جو اب بھی قائم ہیں اگر اس اتحاد کو اصولوں کے مطابق چلایا جاتا اور عوام میں اسے جو مقبولیت حاصل ہوئی تھی اس کی بنیاد پر اسے ہر سطح پر منظم کیا جاتا تو ایک ایسی سیاسی قوت تشکیل پا سکتی تھی جو ایک طویل عرصہ کے لئے نظریہ پاکستان کے مطابق ملک کو تعمیرو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتی تھی اور تمام تخریبی اور مخالف قوتوں کو ان کے حقیقی مقام پر رکھ سکتی تھی۔ اس لئے جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ نے ۱۹۸۹ء سے ہی اتحاد کو وسیع' منظم اور مستحکم کرنے کے ہدف کو اپنی سیاسی پالیسی کا کلیدی جزو بنانے کا فیصلہ کیا تھا اور اس پر جماعت ہمیشہ زور دیتی رہی ہے' لیکن بدقسمتی سے اتحاد کے صدر میاں محمد نواز شریف کی افتاد طبع کی وجہ سے یہ نادر موقعہ ضائع ہو گیا ہے اور یہ خواب اب بکھرتا نظر آ رہا ہے۔

صدر اتحاد میاں نواز شریف نے جماعت اسلام کی تمام کوششوں اور اپنی یقین دہانیوں کے باوجود اتحاد کو کسی بھی سطح پر حتیٰ کہ مرکز میں بھی منظم نہیں ہونے دیا۔ انہوں نے اسے ایک اجتماعی تنظیم کے طور پر قواعد و ضوابط کے مطابق اجتماعی فیصلوں کے ذریعے چلانے کے بجائے اسے ایسے من مانے طریقہ پر چلایا جس میں کسی ضابطہ کی پابندی نہ کرنی پڑے۔ انہوں نے حکومت کی بنیادی پالیسیوں کی تشکیل' حکومت میں مختلف جماعتوں کو حتیٰ کہ ایسی جماعتوں کو جو بنیادی نظریات کے اعتبار سے اسلامی اتحاد سے بالکل متضاد نظریات کی حامل تھیں انہیں حکومت میں شریک کرنے' ضمنی انتخابات میں ٹکٹ جاری کرنے۔ کسی جماعت کو اتحاد سے نکالنے اور دیگر بڑے بڑے فیصلے کرنے میں اسلامی جمہوری اتحاد کے اجتماعی اداروں کو ذریعہ بنانے کے بجائے ذاتی سوچ اور کابینہ میں اپنے قریبی ساتھیوں پر انحصار کیا۔

گزشتہ سترہ ماہ کے عرصہ میں شدید مطالبات پر اتحاد کا صرف ایک اجلاس ستمبر ۱۹۹۱ء میں بلایا گیا جو باہم شکوہ شکایت تک محدود رہا۔ اس اجلاس میں یہ طے ہوا کہ دوسرا اجلاس ایک ماہ کے اندر ہو گا وہ آج تک نہیں ہو سکا۔ صوبہ سرحد اور مرکز میں اتحاد کی واضح اکثریت کے باوجود اور کوئی ناگزیر سیاسی ضرورت نہ ہونے کے باوجود عوامی نیشنل پارٹی جیسی تشکیل پاکستان' جہاد افغانستان اور جہاد کشمیر کی مخالف اور بھارت کی حلیف جماعت کو انہوں نے نہ صرف صوبہ سرحد میں بلکہ مرکزی حکومت میں شامل کیا۔ سندھ میں سیاسی توازن کو درست رکھنے کے لئے ایم کیو ایم کو شریک حکومت کرنے کی ضرورت قابل فہم ہے لیکن انہوں نے اپنوں اور مخالفوں کے خلاف قتل و غارت اور کھلی دہشت گردی کی جو چھٹی دی اس کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تھا۔

آئی جے آئی نے جس منشور پر عوام سے ووٹ حاصل کئے تھے اس میں ظلم کے خاتمہ' انصاف کے قیام اور ملک کی تعمیرو ترقی کے مختلف اقدامات اور وعدوں کے علاوہ حسب ذیل اہم نکات بھی شامل تھے۔

☆۔ آئین میں ترمیم کر کے قرآن و سنت کی بالادستی قائم کی جائے گی۔

☆۔ جہاد افغانستان کی مکمل حمایت۔

☆۔ جموں و کشمیر کے عوام کو اصول تقسیم ہند اور سیکورٹی کونسل کی قراردادوں کے مطابق استصواب کے ذریعے حق خودارادی دلانے کی بھرپور کوشش۔

☆۔ ایٹمی ٹیکنالوجی کے ہمہ جہتی ترقی کے پروگرام کی تکمیل کی جائے گی۔

☆۔ فلسطین اور بیت المقدس کی بازیابی کی مکمل تائید۔

☆۔ بینکاری اور انشورنس کے نظام کو سود سے پاک کیا جائے گا۔

ان تمام امور میں حکومت کی پالیسی تذبذب اور کمزوری کا شکار ہے۔ آئینی ترمیم قومی اسمبلی کے ایجنڈا میں شامل کرنے کے بعد واپس لے لی گئی اور پھر آج تک پیش نہیں ہو سکی۔ جہاد افغانستان کے سلسلہ میں امریکہ کے زیر اثر اقوام متحدہ کے اس مبہم فارمولہ کی تائید کی جا رہی ہے جو مجاہدین کی تنظیموں کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ کشمیر کے سلسلہ میں تیسرے راستہ (آپشن) کی بات خود وزیراعظم کر چکے ہیں۔ ایٹمی پروگرام پر بھی انجماد کے سائے بڑھتے جا رہے ہیں۔ فلسطین اور بیت المقدس کی بازیابی کے بجائے اسرائیل کو تسلیم کرنے کی باتیں ہیں اور سودی نظام برقرار رکھنے کے جتن ہیں۔ منشور کے باقی وعدوں پر بھی عملدرآمد کی کوئی قابل ذکر کوشش سامنے نہیں آئی دوسری طرف مہنگائی اور بے روزگاری روز افزوں ہے' امن و امان کی حالت سخت خراب ہے۔ حکومت کی مشینری میں رشوت' بدعنوانی اور غبن جوں کا توں ہے اور مظلوم اور اصحاب ضرورت مارے مارے پھرتے ہیں۔

ان حالات میں جماعت ایک پیچیدہ صورتحال سے دو چار رہی ہے۔ اگر جماعت خاموش رہتی

ہے تو وہ اسلامی جمہوری اتحاد کا حصہ ہوتے ہوئے ان سب امور میں ذمہ دار قرار پاتی ہے اور اگر وہ ان پر پریس یا پبلک پلیٹ فارم پر گرفت کرتی ہے تو کئی مہربان ...... زور شور سے فرماتے ہیں کہ اتحاد میں شامل کسی جماعت کو برسرعام حکومت پر تنقید نہیں کرنی چاہئے بلکہ اتحاد کے اندر بات ہونی چاہئے۔ اور اتحاد کے بارے میں شروع ہی میں عرض کیا جا چکا ہے کہ وہ "ہرچند کہیں کہ ہے نہیں ہے" ڈیڑھ سال میں اس کا صرف ایک سربراہی اجلاس ہوا ہے۔ اگر اتحاد کا ہر ماہ اجلاس ہوتا تو پھر بجا طور پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ اختلافات کو اس اجلاس میں طے کیا جائے لیکن جب اس کا کوئی موقعہ ہی نہیں ہے تو پھر جماعت خاموش رہ کر سب غلط اقدامات کی ذمہ داری کیسے اٹھا سکتی ہے؟ بعض حضرات امیر جماعت کی وزیراعظم سے ملاقاتوں کے حوالہ سے یہ فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں وہاں کی جا سکتی ہیں۔ ان کی اطلاع کے لئے یہ عرض ہے کہ یہ سب باتیں وہاں بہ تکرار ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود جب پالیسیاں' اقدامات اور وہ عمل سامنے آتا ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے تو پھر جماعت کو عوام میں اپنی پوزیشن صاف رکھنے کے لئے مجبوراً پریس میں بات کرنی پڑتی ہے ورنہ وزیراعظم صاحب تو فرما دیتے ہیں کہ میں نے اتحاد کے ساتھیوں سے مشورہ کر کے یہ اقدام کیا ہے۔

بعض دوست یہ بھی فرماتے ہیں کہ جماعت کو کابینہ میں شامل ہو کر حکومت کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے اور منشور پر عملدرآمد کرانے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ خود وزیراعظم یا ان کے قریبی ساتھیوں کی طرف سے یہ بات کبھی سامنے نہیں آئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کبھی سنجیدگی سے یہ کوشش نہیں فرمائی کہ جماعت اسلامی کابینہ میں کوئی موثر کردار ادا کرے' خانہ پری کے لئے پچاس وزراء کی کابینہ میں ایک غیر اہم وزارت کی پیشکش اس بات کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں پچاس وزیروں میں ایک بے اثر وزیر کے ساتھ کابینہ کے تمام فیصلوں اور حکومت اور ایڈمنسٹریشن کی مجموعی کارکردگی کی ذمہ داری اٹھانا' پھر ان کا دفاع کرنا' یا کم از کم خاموش رہنا جو اخلاقی طور پر ضروری ہو' کوئی دانشمندی کی بات نہیں ہو سکتی۔

اوپر کی گزارشات پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد کا نام ہی باقی ہے اس کا کوئی کام یا موثر کردار باقی نہیں رہا۔ خود وزیراعظم اور ان کے بعض قریبی ساتھی اس اتحاد کو کوئی موثر فیصلہ کن کردار دینے کے بجائے اسے ختم کر کے جماعت کے ساتھ کوئی نیا قابل عمل انتظام کرنے کی خواہش بلکہ فیصلہ کا برملا اظہار کر چکے ہیں۔ ان کے اس اظہار کے بعد جماعت کے لئے بھی اتحاد کے اندر موجود کشمکش کو جاری رکھنے کے بجائے اس تجویز کو قبول کر لینا ہی مناسب تھا۔ بعد ازاں اگرچہ انہوں نے اتحاد کو ختم نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور مسلم لیگ نے بھی اتحاد کو قائم رکھنے کا عندیہ ظاہر کیا ہے لیکن یہ سب اتحاد کا نام باقی رکھنے کے لئے ہے اسے کوئی موثر اور فیصلہ کن کردار دینے کا ان کا کوئی ارادہ نہ پہلے تھا نہ آئندہ انہیں یہ کرنا ہے۔ مسلم لیگ نے اتحاد کی تنظیم اور اسے مضبوط کرنے کی ہمیشہ مخالفت کی ہے۔ اتحاد کے سیکرٹری جنرل ایک عرصہ سے مستعفی ہو چکے ہیں اور اس کے صدر اور باقی عہدے داروں کی میعاد ڈیڑھ ماہ پہلے ختم ہو چکی ہے۔ صدر اتحاد کو اس کے باوجود اتحاد کے آئین کے خلاف اقدامات کرنے میں باک نہیں۔ جن دوستوں کو جماعت کی پالیسی یا رویے سے شکایت ہے وہ اس پس منظر کو سامنے رکھ کر بتائیں کہ جماعت کیا کرے وہ کوئی ایسا لائحہ عمل تجویز فرمائیں جس سے جماعت کی ساکھ بھی مجروح نہ ہو اور اتحاد نہ صرف مضبوط ہو بلکہ وہ موثر کردار ادا کرتے ہوئے اپنے مقاصد کے حصول کی جانب بھی کوئی محسوس پیش رفت کر سکے۔ صرف وعظ کہہ دینا تو کافی نہیں ہے۔ اتحاد کے ایک عضو معطل بن کر رہ جانے کے باوجود ہم نے ابھی تک اتحاد سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا۔ ہمیں اس بات کا شعور اور احساس ہے کہ نواز شریف حکومت کے گرنے سے اس سے کوئی بہتر حکومت نہیں آئے گی اسی لئے امیر جماعت اسلامی نے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ اتحاد رہے یا نہ رہے ہم موجودہ اپوزیشن پی ڈی اے یا اے پی سی کے ساتھ کسی تحریک میں شریک نہیں ہوں گے۔ امیر جماعت نے یہ اعلان بھی فرمایا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ موجودہ حکومت اپنی پانچ سالہ معیاد پوری کرے لیکن ظاہر ہے کہ اس میں بنیادی اور فیصلہ کن کردار خود وزیراعظم کا ہے اگر ان میں یہ احساس نہیں ہے کہ ان کے اقتدار کی اصل بنیاد کس چیز پر قائم ہے اور اسے مضبوط کرنے کے بجائے وہ اسے خود اپنے رویے اور اقدامات کے ذریعہ حسب سابق کمزور کرتے چلے جائیں تو جماعت اسلامی کو اگر کچھ لوگوں کی نادانیوں اور من مانیوں کی بھینٹ چڑھا بھی دیا جائے تو نتیجہ مختلف نہیں ہو گا۔ ○○

ایک مرد خدا مست کی لذیذ حکائت جس نے برصغیر میں اسلامی انقلاب کی دو شمعیں فروزاں کیں

مولانا ابوالکلام آزاد' سید ابوالاعلیٰ مودودی
اور مستری صاحب

مستری محمد صدیقؒ کی واحد نشانی' رحمان صدیقی نے جسے مرتب کیا

قیمت ۶۵ روپے

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن

۳۶' کے۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

....اور اب کوٹہ سسٹم بھی!

فتووں کے لئے نئی دوڑ دھوپ شروع ہوگئی

محمد سمیع

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور حکومت کی مجموعی کارکردگی جو بھی رہی ہو ' فیڈرل شریعت کورٹ کا قیام ان کا وہ اقدام ہے جس کے اثرات اب ظاہر ہو رہے ہیں ۔ گو کہ انہوں نے اپنے دور حکومت کے اختتام سے کچھ عرصہ قبل تک بقول امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ ' انہوں نے فیڈرل شریعت کے پیروں میں دو بیڑیاں اور ہاتھوں میں دو ہتھکڑیاں پہنا رکھی تھیں ۔ تاہم مالی معاملات کے ضمن میں ڈالی گئی ہتھکڑیاں کھلیں تو پہلا کام فیڈرل شریعت کورٹ نے یہ کیا کہ بینکنگ کے سلسلے میں ہر قسم کے سود کو حرام قرار دیا ۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلے پر تا حال عمل نہیں کیا گیا یعنی سودی نظام کے متبادل کسی نظام کا قیام عمل میں نہیں لایا گیا ۔ ایک طرف تو ہماری حکومت موجودہ سودی نظام کی حمایت میں دنیائے اسلام کے مختلف اداروں سے فتوے حاصل کرنے میں مصروف ہے اور دوسری جانب نت نئی سودی اسکیمیں بنائی جا رہی ہیں جن کے لئے قومی اخباروں کو بڑے بڑے اشتہارات جاری کئے جاتے ہیں ۔ گویا " وہی ہے چال بے ڈھنگی' جو پہلے تھی سو اب بھی ہے" قوم اب بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بر سر جنگ ہے اور مسلمان گروہ خود اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حالت جنگ میں ہو اس کی بد نصیبی کا کیا ٹھکانا ہو سکتا ہے!

اب فیڈرل شریعت کورٹ نے کوٹہ سسٹم کو خلاف اسلام قرار دے کر ایک دوسرا دھماکہ کیا ہے۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کو ایک موقع ملا تھا کہ وہ اس کالے قانون کو ختم کردیں جس کے خلاف رد عمل کے نتیجے میں معاشرے کے مختلف طبقات دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات پروان چڑھاتے رہے اور نوبت جدال و قتال تک جا پہنچی ۔ اس کالے قانون کو ختم نہ کرنے میں جہاں دوسرے عوامل شامل تھے وہاں سندھی لیڈروں کا دباؤ بھی تھا جو انہوں نے مرحوم جنرل ضیاء الحق پر ڈالے رکھا حالانکہ سندھی عوام کو اس قانون سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا اور اگر پہنچا بھی تو ان کے لیڈروں کی اولاد کو یا ان ہندوؤں کو جو سندھ میں قیام پذیر ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ہندو نوجوان کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر میڈیکل اور انجینئرنگ کالجوں میں داخلے لیتے ہیں اور تعلیم کی تکمیل کے بعد ہندوستان چلے جاتے ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ دیکھئے ہماری حکومت فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلے سے کس طرح نمٹتی ہے ۔ بہر حال جب ایک متفقہ دینی مسئلے میں اس کی جسارت کا یہ حال ہے تو کوٹہ سسٹم کا معاملہ کس کھیت کی مولی ہے!۔

اصل میں یہ راقم جس بات کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہے وہ دینی سیاسی جماعتوں اور علما کرام کا رویہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک موقع فراہم کیا تھا کہ سودی نظام کے خلاف فیڈرل شریعت کورٹ کی روشنی میں ایک مشترکہ جدوجہد کا آغاز کرتے ۔ اگر وہ یہ کام خلوص کے ساتھ شروع کرتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اس محکم دینی معاملے میں عوام ان کا ساتھ نہ دیتے اور حکومت کے خلاف ایک پر امن اور زور دار تحریک برپا نہ ہوتی ۔ لیکن ہوا کیا مختلف جماعتوں کے سربراہوں نے شروع شروع میں زبردست قسم کے بیانات جاری کئے لیکن پھر بیانات کا سلسلہ ختم ہونا شروع ہوگیا جبکہ ارباب اختیار نے سود کے فیصلے کے خلاف جس جسارت کا ثبوت دیا ہے ' اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ دینی جماعتوں اور علمائے کرام سے انہیں کوئی خطرہ نہیں ۔۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

کوٹہ سسٹم اور دوسری ناانصافیوں کے رد عمل میں مہاجر قومی موومنٹ کا قیام عمل میں آیا تھا لیکن اقتدار کی بھول بھلیوں میں وہ بھی اتنے گم ہوئے کہ نہ انہیں مہاجر قومیت کا مسئلہ یاد رہا اور نہ ہی کوٹہ سسٹم کا ۔ ایک طرف دینی مزاج کے حامل نوجوانوں کو جہاد افغانستان ' جہاد کشمیر پاسبان شو اور کشمیر شو جیسے معاملات میں الجھا دیا گیا ہے جس کے باعث اندرون ملک منکرات کے خلاف جہاد کی اہمیت ان کی نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے تو دوسری جانب کے نوجوانوں کی ساری غیرت و حمیت کو اپنی تحریک اور اپنے قائدین کے خلاف سازشوں کے رد عمل کے نذر کردیا گیا جس کے نتیجے میں کوٹہ سسٹم اور دوسری ناانصافیوں کے خلاف ان کی جدوجہد خود ان کی اپنی نظروں میں ثانوی حیثیت اختیار کرگئی ہے ۔

بہر حال فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلوں نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ہمارے تمام وسائل کا حل قرآن و سنت کی حدود میں زندگی گزارنے میں مضمر ہے ۔ فاضل عدالت نے ملک کی تمام جماعتوں

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

کوپن برائے سالانہ / ششماہی / سہ ماہی خریداری

میں ہفت روزہ "ندائے خلافت" کا سالانہ / ششماہی / سہ ماہی خریدار بننا چاہتا ہوں / چاہتی ہوں ۔ براہ مہربانی درج ذیل پتہ پر پرچہ جاری کردیجئے۔ زر تعاون کی رقم مبلغ ------- روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے۔

نام ....

پتہ ....

نوٹ: (رقم ہفت روزہ "ندائے خلافت" ۳۶ کے ماڈل ٹاؤن لاہور کے پتہ پر ارسال کی جائے)

بقیہ محنت کش اور اسلام

ایک اثر یعنی صحابی کا قول بھی اس سلسلے میں قابل ذکر ہے ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حبر الامت اور بہت بڑے عالم ہیں ۔ تفسیر کے علم کا زیادہ تر ان کے شاگردوں کے ذریعے ارتقاء ہوا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کوئی شخص قرآن مجید کی کتابت کر کے اجرت لیتا ہے اور کمائی کرتا ہے تو اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے ؟۔ یہ ایک ٹیڑھا سوال تھا کیونکہ مسئلہ قرآن مجید کی کتابت کا ہے جبکہ قرآن مجید کی تعلیم پر کوئی اجرت لینا حرام ہے اور اس پر اجماع بھی ہے ۔ لیکن ان کا جواب تھا کہ کوئی حرج نہیں ' اس لئے کہ کاتب تو ایک مصور کی مانند ہے جو حروف کی تصویر بنا رہا ہے ۔ وہ تعلیم نہیں دے رہا ' وہ تو در حقیقت لکھ رہا ہے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے ۔

یہ چند حدیثیں اسلام میں اکل حلال ' پھر اس کے درجات اور اس کے مختلف طریقے واضح کرتی ہیں ۔ ہمارے ہاں عام طور پر وہ شخص سب سے زیادہ گھٹیا سمجھا جاتا ہے جو بیٹھا ہوا جوتی گانٹھ رہا ہے حالانکہ یہ ہرگز کوئی گھٹیا کام نہیں ۔ اس نے محنت کی اور اعلیٰ ترین کسب وہ کر رہا ہے ۔ اس کی اپنے ہاتھ کی محنت ہے جس سے وہ اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے روزی کما رہا ہے اور یہ بلند ترین رتبہ ہے کیونکہ کسب حلال میں بھی بلند ترین مقام اس کا ہے جس نے اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنے لئے روزی فراہم کی ہو ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور مزدوروں محنت کشوں کی تحقیر سے ہمیں بچا کر رکھے ۔ آمین ۔ ○

○

بقیہ فاران کلب

ہماری بدقسمتی ہوگی ۔ تیسری بات یہ کہی کہ ہمیں دفاعی معاملات میں چوکس رہنا چاہیے اور کس طرح بھی غافل نہیں ہونا چاہیے ۔ چوتھی بات معاشی معاملات سے متعلق تھی کہ کمانے کا ہر شخص کو موقع ملنا چاہیے تاکہ وہ مفلسی کی وجہ سے نقصان نہ پہنچائے ۔ پھر آپ نے سود کے سلسلے میں اپنے غور و فکر کا نچوڑ بیان فرمایا کہ سود کو ہم اس طرح مرتب کریں کہ وہ خداوند تعالیٰ کے احکامات کے خلاف بھی نہ ہو اور معاشی مسائل حل بھی ہو جائیں ۔ مختلف مثالیں دیں کہ اس کی شکل بدلی جاسکتی ہے اور یہ جواز کے دائرے میں آسکتا ہے ۔ نفع و نقصان میں تناسب کے اعتبار سے شراکت ہے تو درست ہے ' اس طرح مکان میں رقم لگانے والا کرایہ کی صورت میں اپنا حق لے سکتا ہے ۔ آپ نے فرمایا اصل مسئلہ جوکھم کا ہے ' جوکھم یہ ہے کہ فائدہ ہوا کہ نہ ہوا پیسہ لگانے والے کو نفع بضرور ملے ۔ اگر جوکھم نہیں ہے تو اسکی اجازت ہے ۔

سود کے سلسلے میں آپ کی گفتگو دو ٹوک اور واضح نہیں تھی ۔ ممکن ہے کہ ذہن پر یورپ کے اثرات ہوں یا کسی مصلحت کی وجہ سے صاف اور کھلا موقف اختیار نہیں کیا ۔ مثلاً آپ کے "اگر کوئی عقلمند سرمایہ دار لفظ سود پر اصرار نہ کرے" جیسے الفاظ سود کے لئے نرم گوشے کا اظہار کرتے ہیں ۔

آپ نے اپنی تصویر بنانے سے منع فرمادیا ۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا ۔ جس موضوع کی کشش سے لوگ جوق در جوق آئے تھے اسی کے اعتبار سے سبھی کو مایوسی ہوئی۔ چنیدہ افراد کا مجمع تھا' سبھی بے چین تھے کہ ایک عظیم اسکالر کی گفتگو آج سننے کو ملے گی ۔ موضوع بھی ایسا تھا جس کی جاذبیت کشاں کشاں لائی اور لوگ وقت پر بھی آگئے تھے مگر" اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"۔

تقریر ختم ہوئی ۔ سوالات و جوابات کی نشست باقی تھی لیکن مزید ٹھہرنے کا کوئی حاصل نہ تھا لہٰذا باہر آیا تو کچھ لوگ محو گفتگو تھے ۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہمیں بڑی مایوسی ہوئی ہے ۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نواز شریف صاحب کی حمایت کے لئے بلائے گئے تھے اس لئے کہ اس وقت سود اور آبادی کم کرنے کے مسائل انہیں درپیش ہیں ۔ انہی پر انہوں نے اظہار خیال کیا ہے اور دبی زبان میں حمایت کی ہے ۔

بقیہ فکر و نظر

میں ہی وقوع پذیر ہوگا۔ اس کا آغاز بھی یقیناً کسی ایک خطہ زمین سے ہی ہوسکتا ہے البتہ جو مملکتیں یا گروہ تصدیر انقلاب کے نتیجے میں اس نظام خلافت کے شجر سایہ دار میں راحت و عافیت محسوس کریں تو ان کی اجتماعیت (کنفڈریشن) کے لئے علامہ موصوف کی تجویز بھی قابل عمل ہے ۔

افسوس رہا کہ سوال و جواب کی نشست غائب علماء کے مباحثہ آمیز فقہی سوالوں کی نذر ہوگئی۔ موسیقی پر علامہ موصوف کی رائے ان کی نظر میں قابل گرفت تھی اور اس کا نہایت محققانہ محاکمہ بھی کیا گیا لیکن خلافت کے مسئلہ پر مکمل خاموشی رہی ۔ کبیدہ خاطر ہوا کہ شاید رجال دین کے نزدیک عمرانی مسائل ' تمدنی ارتقاء اور "اسلام کا مستقبل" جو کہ موضوع سخن بھی تھا' کوئی خاص اہمیت و حیثیت کے حامل نہیں ہیں ۔ طلبہ نے موضوع کی مناسبت سے پوری طرح استفادہ نہ کیا جس کا قلق دل میں ابھی تک موجود ہے ۔

کہا اقبال نے شیخ حرم سے
تہ محراب مسجد سو گیا کون
ندا مسجد کی دیواروں سے آئی
فرنگی بتکدے میں کھو گیا کون

سیاست کی دھوپ کی تمازت اور علم کی چھاؤں کی ٹھنڈک کا حسین امتزاج نظام خلافت ہے۔ اس کی طرف پیش رفت وقت کا تقاضا بھی ہے اور ہماری روحانی و مادی راحت کا سامان بھی۔ میدان سیاست کے شہسوار اور حصول علم میں مستغرق رجال دین ذرا مسئلہ خلافت پر بھی توجہ فرمائیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اسی جانب پیش قدمی میں مضمر ہے ۔ ○○

بقیہ توجہ طلب

کو خواہ وہ دین کی بنیاد پر بننے والی جماعتیں ہوں یا معاشی و سماجی حقوق کے نعروں پر قائم ہونے والی ' ایک موقع فراہم کیا ہے کہ اگر وہ اس ملک میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا قیام چاہتے ہیں جو کہ ان کے تمام مسائل کا حل ہے تو اپنے تمام اختلافات کو پس پشت ڈال کر فیڈرل شریعت کے فیصلوں کے نفاذ کے لئے متحد ہو کر حکومت وقت پر دباؤ ڈالیں ' سودی نظام اور کوٹہ سسٹم کی خباثتوں سے لوگوں کو آگاہ کریں اور ان کے خاتمے کے نتیجے میں حاصل ہونے والی برکات کا شعور لوگوں میں عام کریں ۔ ان شاء اللہ اس ملک کے عوام اس صورت میں ان کا ساتھ ضرور دیں گے اور ایک ایسی بھرپور تحریک ابھرے گی جو یا تو ارباب اقتدار کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے گی یا پھر وہ عوامی تحریک کے سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔ میں اپنی گفتگو کو اس شعر پر ختم کرتا ہوں کہ

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

تمہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے!

انگریزی روزنامے "دی نیشن" لاہور میں ایک پردہ نشین کا جو کالم پچھلے ماہ ایک خاتون امینہ جیلانی کے نام سے شائع ہوا وہ امیر تنظیم اسلامی کی طرف سے اخبارات میں شائع شدہ ایک اشتہار کے مفہوم کو نہ سمجھ سکنے کا شاخسانہ تھا۔ بعض مغرب زدہ خواتین جو نگلنے اور اگلنے بلکہ جگالی تک کا کام امریکن انگریزی میں کرتی ہیں ' وہ سوچتی تو ظاہر ہے کہ انگلش میں ہوں گی ۔ اردو اشتہارات کی طرف وہ التفات نہ ہی فرمایا کریں تو اچھا ہے ۔ ذیل میں دو جوابی خطوط پیش کئے جارہے ہیں وہ خود "نیشن" میں شائع ہوئے --- مدیر

FUTILE JETLAG?

Reference to jetlag in The Nation April 4, 1992. I would just like to point out an illusionary mistake by Ms Amina Jilani which led her to write a futile jetlag to ventilate her feminist ego. She in her erroneous article has criticized Dr Israr Ahmed for an advertisement which actually appealed for holding the girls' parade on 23rd March, 1992 at a separate venue with only females as audience and Ms Jilani, instead of reading the ad. carefully , wrote on the per-text that Dr Israr Ahmed had objected the parade of army men in front of female audience which would become a source of eroticism. This was simply an illusion on the part of the writer because these were not the words nor objective of Dr Israr Ahmed. The feminist cause is very important but not on farce grounds and I would advise Ms Jilani to write only on concrete grounds and always check before dispatch - **DR NAK Lahore.(Friday Nation 17-4-92)**

JETLAG

I wish to draw your attention towards the jetlag column by Amina Jilani "You read history not with your eyes but with your perjudices," must change for this lady into "you read the ads not with your eyes but with your prejudices" The advertisement was by Dr Israr Ahmad requesting the govermment not to include female regiments in the 23rd March parade as military clothes highlight bodies' outline. The advertisemtent clearly enunciated that there is no harm in training women for combat and combat - related services but they should not be made the subject of millions of viewers' carnal delight on the parade.

The way jetlag columnist has filled the allotted space of her column in blasting Dr Israr Ahmed, shows she was either short of writing material to write something, anything or she really lagged behind her spectacles; otherwise she could have very well read that:

1 in the said advertisement no request was made to the government to declare the parade un-Islamic.

2 There was never any mention of "annual parade of military might ... on no account be shown on PTV.

3 There was no part in the advertisement which was related to the lady viewer's presence in the parade ground, and of which the enlightened columnist has made the most fuss.

It is indeed disgusting and exasperating to see that so much irresponsibility (at best) or personal enmity (at worst) has crept into our journalism, otherwise how could one explain the erroneous reading and comprehension of the advertisement? **THE SAGITTARIAN Lahore, (The Nation April 23, 1992)**

قرآن حکیم کی درست تلاوت اور قرآن سے متعلق نادر معلومات کیلئے
ماہنامہ التجوید کا مطالعہ کیجئے
منگوانے کا پتہ
8/12 مدینہ ٹاؤن فیصل آباد

WEEKLY "NIDA-E-KHILAFAT" LAHORE
36 -K,Model Town Lahore- 54700 Regd:No L. 9184

ہم مغرب سے مقابلہ کرتے ہیں

....اور اُن ہی کی سرزمین پر!

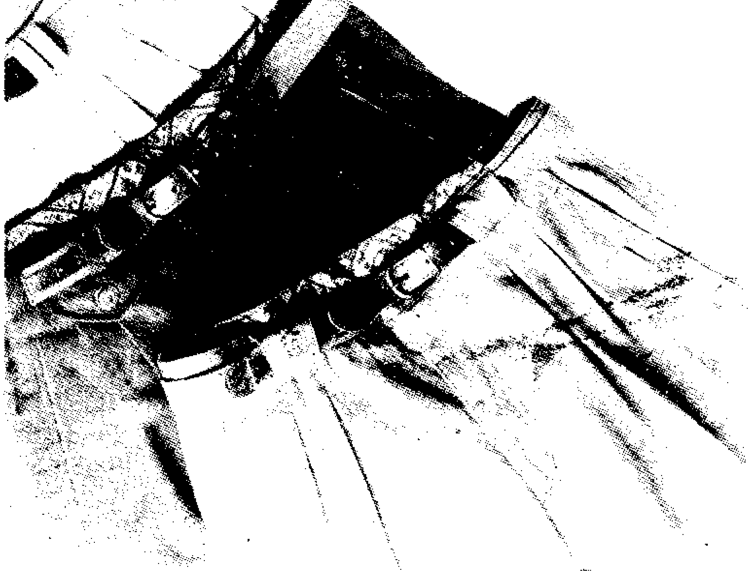

ہم اپنے گارمنٹس، بیڈلنن اور ٹیکسٹائل کی دیگر مصنوعات مغربی ممالک، اسکینڈی نیوین ممالک، شمالی امریکہ، روس اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کو برآمد کرتے ہیں اور ہماری برآمدات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ لیکن بیرونی منڈیوں میں اپنی ساکھ برقرار رکھنے کے لئے ہمیں انتھک محنت کرکے اپنی فنی مہارت اور معلومات میں مستقل اضافہ کرتے رہنا پڑتا ہے۔ ایسی محنت جو ہمیں تھک کر دم نہیں لینے دیتی، ایسی محنت جو ہماری کارکردگی کے معیار کو اور بلند کرتی ہے، ایسی محنت جو کوالٹی، ڈیزائن اور پابندیٔ وقت کے سلسلے میں کرم فرماؤں کے مطالبات اطمینان بخش طریقے پر پورا کرنے کا ہمیں اہل بناتی ہے۔

Made in Pakistan
Registered Trade Mark

Jawad

جہاں شرط مہارت
وہاں جیت ہماری

معیاری گارمنٹس تیار کرنے اور برآمد کرنے والے

ایسوسی ایٹڈ انڈسٹریز (گارمنٹس) پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ

IV/C/3-A ناظم آباد، کراچی - 18 - پاکستان - فون 610220-616018-628209
کیبل "JAWADSONS" ٹیلیکس 24555 JAWAD PK فیکس (92-21) 610522